مجلس انصار اللہ برطانیہ کا تعلیمی، تربیتی اور معلوماتی مجلّہ

جلد ۱۶ نمبر ۴

انصار الدین

جولائی و اگست ۲۰۱۹ء

وفا ظہور ہجری شمسی ۱۴۴۰

"مُبَارِكٌ وَّ مُبَارَكٌ وَّكُلُّ اَمْرٍ مُّبَارَكٍ يُّجْعَلُ فِيْهِ"

"یہ مسجد برکت دہندہ اور برکت یافتہ ہے اور ہر ایک امرِ مبارک اس میں کیا جائے گا۔"

(تذکرہ صفحہ 83 ایڈیشن چہارم)

شرائط بیعت

اوّل ۔ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم ۔ یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بد نظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہو گا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم ۔ یہ کہ بلاناغہ پنج وقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا۔ اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا۔ اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائے گا۔

چہارم ۔ یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم ۔ یہ کہ ہر حال رنج اور راحت اور عُسر اور یُسر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہر حالت راضی بقضاء ہو گا اور ہر ایک ذِلّت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیرے گا بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

ششم ۔ یہ کہ اتباعِ رسم اور متابعتِ ہوا و ہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلّی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قالَ اللّٰہ اور قالَ الرّسُول کو اپنے ہر یک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

ہفتم ۔ یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلّی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم ۔ یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردئ اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم ۔ یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض لِلّٰہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

دہم ۔ یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض لِلّٰہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تاوقت مرگ قائم رہے گا اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہو گا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

(اشتہار تکمیل تبلیغ 12 / جنوری 1889ء)

﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریمؐ   وعلیٰ عبدہ المسیح الموعودؑ﴾

انصار الدین

جلد 16 نمبر 4   مجلس انصاراللہ برطانیہ کا تعلیمی، تربیتی اور معلوماتی مجلّہ   جولائی و اگست 2019ء

انصاراللہ کا عہد

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظامِ خلافت کی حفاظت کے لئے انشاءاللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ (انشاءاللہ تعالیٰ)

فہرست مضامین

- درس القرآن الکریم — 2
- حدیث النبی ﷺ — 3
- ارشادات سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام — 4
- فرمودات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز — 5
- دین کو دنیا پر مقدّم رکھنا — 6
  (فضل الرحمٰن ناصر قائد تبلیغ انصاراللہ یوکے)
- اصحابِ احمدؑ کا جذبۂ دعوت و تبلیغ — 11
  (میر انجم پرویز۔ مبلغ سلسلہ)
- حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخلاق فاضلہ — 17
  (سیّد شمشاد احمد ناصر۔ مبلغ سلسلہ)
- حیات طیّبہ کے وارث۔ مکرم بشیر احمد آرچرڈ صاحب مرحوم — 21
  (محمود احمد اشرف مبلغ سلسلہ)
- برطانوی آئین کی ایک دلچسپ روایت — 24
  (عبدالرحمٰن شاکر)

تمام انصار اپنا جائزہ لیں کہ
کیا آپ حضرت امیر المومنین
خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
کے ارشاد کے تحت جماعت احمدیہ کی
ترقیات اور احمدیوں کی حفاظت کے لئے
روزانہ دو نفل ادا کر رہے ہیں اور
ہفتہ وار نفلی روزہ کا اہتمام کر رہے ہیں؟

صدر مجلس:
ڈاکٹر چوہدری اعجاز الرحمٰن

قائد اشاعت: ضیاء الرحمٰن

مدیر: محمود احمد ملک

نائبین: صفدر حسین عباسی،
میر انجم پرویز،
حبیب الرحمٰن غوری۔

مینیجر: نعیم گلزار
ڈیزائننگ: عامر ملک

"Ansaruddin" 33 Gressenhall Road, London, SW18 5QH, United Kingdom   e-mail address: ansaruddin@ansar.org.uk

درس القرآن

لَیْسَ عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْمَرِیْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ اَنْ تَاْکُلُوْا مِنْ بُیُوْتِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اٰبَآئِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اُمَّھٰتِکُمْ اَوْبُیُوْتِ اِخْوَانِکُمْ اَوْبُیُوْتِ اَخَوَاتِکُمْ (النور:62)

ترجمہ: اندھے پر کوئی حرج نہیں اور نہ لولے لنگڑے پر حرج ہے اور نہ مریض پر اور نہ تم لوگوں پر کہ تم اپنے گھروں سے یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے کھانا کھاؤ یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مذکورہ آیت کریمہ کے حوالہ سے فرمایا:

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں کہ ہندوستان میں لوگ اکثر اپنے گھروں میں خصوصاً ساس بہو کی لڑائی کی شکایت کرتے رہتے ہیں۔ اگر قرآن مجید پر عمل کریں تو ایسا نہ ہو۔ فرماتے ہیں دیکھو (یہ جو کھانا کھانے والی آیت ہے) اس میں ارشاد ہے کہ گھر الگ الگ ہوں، ماں کا گھر الگ اور شادی شدہ لڑکے کا گھر الگ، تبھی تو ایک دوسرے کے گھروں میں جاؤ گے اور کھانا کھاؤ گے۔ تو دیکھیں یہ جو لوگوں کا خیال ہے کہ اگر ہم ماں باپ سے علیحدہ ہو گئے تو پتہ نہیں کتنے بڑے گناہوں کے مرتکب ہو جائیں گے اور بعض ماں باپ بھی اپنے بچوں کو اس طرح خوف دلاتے رہتے ہیں بلکہ بلیک میل کر رہے ہوتے ہیں کہ جیسے گھر علیحدہ کرتے ہی ان پر جہنم واجب ہو جائے گی۔ تو یہ انتہائی غلط رویہ ہے۔

مَیں نے کئی دفعہ بعض بچیوں سے پوچھا ہے، ساس سسر کے سامنے تو یہی کہتی ہیں کہ ہم اپنی مرضی سے رہ رہے ہیں بلکہ ان کے بچے بھی یہی کہتے ہیں لیکن علیحدگی میں پوچھو تو دونوں کا یہی جواب ہوتا ہے کہ مجبوریوں کی وجہ سے رہ رہے ہیں۔ اور آخر پر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعض دفعہ بہو ساس پر ظلم کر رہی ہوتی ہے اور بعض دفعہ ساس بہو پر ظلم کر رہی ہوتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو محبتیں پھیلانے آئے تھے۔ پس احمدی ہو کر ان محبتوں کو فروغ دیں اور اس کے لئے کوشش کریں نہ کہ نفرتیں پھیلائیں۔ اکثر گھروں والے تو بڑی محبت سے رہتے ہیں لیکن جو نہیں رہ سکتے وہ جذباتی فیصلے نہ کریں بلکہ اگر توفیق ہے اور سہولتیں بھی ہیں، کوئی مجبوری نہیں ہے تو پھر بہتر یہی ہے کہ علیحدہ رہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا یہ بہت عمدہ نکتہ ہے کہ اگر ساتھ رہنا اتنا ہی ضروری ہے تو پھر قرآن کریم میں ماں باپ کے گھر کا علیحدہ ذکر کیوں ہے؟ ان کی خدمت کرنے کا، ان کی ضروریات کا خیال رکھنے کا، ان کی کسی بات کو برا نہ منانے کا، ان کے سامنے اُف تک نہ کہنے کا حکم ہے، اس کی پابندی کرنی ضروری ہے۔ بیوی کو خاوند کے رحمی رشتہ داروں کا خیال رکھنا چاہئے، اس کی پابندی بھی ضروری ہے اور خاوند کو بیوی کے رحمی رشتہ داروں کا خیال رکھنا چاہئے، اس کی پابندی بھی ضروری ہے۔ یہ بھی نکاح کے وقت ہی بنیادی حکم ہے۔ پس اصل چیز یہ ہے کہ ایک دوسرے کا خیال رکھنا ہے اور ظلم جس طرف سے بھی ہو رہا ہو ختم کرنا ہے اور اس کے خلاف جہاد کرنا ہے۔

(حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ 10 نومبر 2006ء سے ماخوذ)

حدیث النبی ﷺ

☆......رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اگر تمہیں راستوں میں بیٹھنا پڑے تو راہ کا حق ادا کرو۔
صحابہؓ نے عرض کیا: راستے کا کیا حق ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:
1۔ راہ پوچھنے والے کو راہ بتانا۔ 2۔ سلام کا جواب دینا۔
3۔ نگاہ نیچی رکھنا۔ اور 4۔ اچھی باتوں کا حکم دینا اور بُری باتوں سے روکنا۔

☆......رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ بہترین کلام چار ہیں۔
1۔ سبحان اللّٰہ، 2۔ الحمد للّٰہ، 3۔ لَااِلٰہ اِلّا اللّٰہ اور 4۔ اللّٰہ اکبر

☆......جنت میں داخل ہونے کے حوالہ سے رسول کریم ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا:
1۔ اے لوگو سلام پھیلاؤ۔ 2۔ رشتہ داروں سے حسن سلوک کرو۔
3۔ بھوکوں کو کھانا کھلاؤ۔ 4۔ اور راتوں کو نماز پڑھو جبکہ لوگ سو رہے ہوں۔
تو تم سلامتی سے جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

☆......رسول کریم ﷺ نے فرمایا:
چار چیزیں ایسی ہیں کہ اگر کسی شخص کو میسر آجائیں تو اس پر دونوں جہانوں کی برکات کا گویا نزول ہو گیا:
1۔ شکر گزار دل۔ 2۔ ہمیشہ ذکرِ الٰہی اور حمدِ خدا سے تر رہنے والی زبان۔
3۔ مصائب و آلام پر صبر و تحمل سے کام لینے والا بدن۔ اور
4۔ ایسی بیوی جو اپنے میاں کی ذات یا اس کی مِلک کے متعلق کسی قسم کی خیانت سے کام لینے والی نہ ہو۔

☆......رسول کریم ﷺ نے فرمایا: بدبختی کی چار علامات ہیں:
1۔ گزرے ہوئے گناہوں کو بھول جانا حالانکہ وہ خدا تعالیٰ کو یاد ہیں۔
2۔ گزشتہ نیکیوں کا یاد رکھنا حالانکہ وہ نہیں جانتا وہ نیکیاں قبول ہوئیں یا نہیں۔
3۔ دنیا میں اپنے سے زیادہ مرتبہ رکھنے والے کو حریص نگاہوں سے دیکھنا۔
4۔ دینی معاملات میں اپنے سے کمتر شخص کو دیکھ کر اس سے اپنا مقابلہ کرنا۔
اور اس کے مقابلہ میں سعادت کی بھی چار علامات ہیں جو یہ ہیں:
1۔ گزشتہ گناہوں کو یاد رکھنا۔ 2۔ گزشتہ نیکیوں کو بھلا دینا۔ 3۔ دینی معاملات میں اپنے سے زیادہ خدمات کرنے والے کو دیکھنا اور اس کی تقلید کرنا۔ 4۔ دنیوی معاملات میں اپنے سے کمتر شخص کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانا۔

امام الکلام ۔ کلام الامام علیہ الصلوٰۃ والسلام

ہماری جماعت کا خدا تعالیٰ سے سچا تعلق ہونا چاہئے

حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''ہماری جماعت کو خدا تعالیٰ سے سچا تعلق ہونا چاہئے۔اوران کوشکر کرنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو یونہی نہیں چھوڑا۔ بلکہ ان کی ایمانی قوتوں کویقین کے درجہ تک بڑھانے کے واسطے اپنی قدرت کے صدہانشان دکھائے ہیں۔کیا کوئی تم میں سے ایسا بھی ہے جو یہ کہہ سکے کہ میں نے کوئی نشان نہیں دیکھا۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ایک بھی ایسا نہیں جس کو ہماری صحبت میں رہنے کا موقع ملا ہواوراس نے خدا تعالیٰ کا تازہ بتازہ نشان اپنی آنکھ سے نہ دیکھا ہو۔

ہماری جماعت کے لئے اسی بات کی ضرورت ہے کہ ان کا ایمان بڑھے۔خدا تعالیٰ پر سچا یقین اور معرفت پیدا ہو۔نیک اعمال میں سستی اورکسل نہ ہو۔کیونکہ اگر سستی ہوتو پھر وضوکرنا بھی ایک مصیبت معلوم ہوتا ہے چہ جائیکہ وہ تہجد پڑھے۔اگر اعمال صالحہ کی قوت پیدا نہ ہو اور مسابقت علی الخیرات کے لئے جوش نہ ہوتو پھر ہمارے ساتھ تعلق پیدا کرنا بے فائدہ ہے۔

ہماری جماعت میں وہی داخل ہوتا ہے جو ہماری تعلیم کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے اور اپنی ہمت اور کوشش کے موافق اس پر عمل کرتا ہے۔لیکن جو محض نام رکھا کر تعلیم کے موافق عمل نہیں کرتا وہ یادرکھے کہ خدا تعالیٰ نے اس جماعت کو ایک خاص جماعت بنانے کا ارادہ کیا ہے اور کوئی آدمی جو دراصل جماعت میں نہیں ہے محض نام لکھانے سے جماعت میں نہیں رہ سکتا۔اس پر کوئی نہ کوئی وقت ایسا آجائے گا کہ وہ الگ ہو جائے گا۔اس لئے جہاں تک ہو سکے اپنے اعمال کو اس تعلیم کے ماتحت کرو جو دی جاتی ہے۔اعمال پروں کی طرح ہیں۔بغیر اعمال کے انسان روحانی مدارج کے لئے پرواز نہیں کرسکتا۔اوران اعلیٰ مقاصد کو حاصل نہیں کرسکتا جو ان کے نیچے اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں۔پرندوں میں فہم ہوتا ہے۔اگر وہ اس فہم سے کام نہ لیں تو جو کام ان سے ہوتے ہیں نہ ہو سکیں۔مثلاً شہد کی مکھی میں اگر فہم نہ ہوتو وہ شہد نہیں نکال سکتی اوراسی طرح نامہ بر کبوتر جو ہوتے ہیں ان کو اپنے فہم سے کس قدر کام لینا پڑتا ہے۔کس قدر دور دراز کی منزلیں وہ طے کرتے ہیں اور خطوط کو پہنچاتے ہیں۔اسی طرح پر پرندوں سے عجیب عجیب کام لئے جاتے ہیں۔پس پہلے ضروری ہے کہ آدمی اپنے فہم سے کام لے اور سوچے کہ جو کام میں کرنے لگا ہوں یہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے نیچے اوراس کی رضا کے لئے ہے یا نہیں۔جب یہ دیکھ لے اور فہم سے کام لے تو پھر ہاتھوں سے کام لینا ضروری ہوتا ہے۔سستی اور غفلت نہ کرے۔ہاں یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ تعلیم صحیح ہو۔کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تعلیم صحیح ہوتی ہے لیکن انسان اپنی نادانی اور جہالت سے یا کسی دوسرے کی شرارت اور غلط بیانی کی وجہ سے دھوکا میں پڑ جاتا ہے۔اس لئے خالی الذہن ہو کر تحقیق کرنی چاہئے۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ۔710۔ایڈیشن 2003ء)

لِبَاسُ التَّقْوٰی

حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں تقویٰ کولباس کے نام سے موسوم کیا ہے، چنانچہ لِبَاسُ التَّقْوٰی قرآن شریف کا لفظ ہے یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ روحانی خوبصورتی اور روحانی زینت تقویٰ سے ہی پیدا ہوتی ہے اور تقویٰ یہ ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کی تمام امانتوں اور ایمانی عہد اور ایسا ہی مخلوق کی تمام امانتوں اور عہد کی حتی الوسع رعایت رکھے۔یعنی ان کے دقیق در دقیق پہلوؤں پر تابمقدور کاربند ہوجائے۔''

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم۔روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 210)

فرمودات

حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

قرآن کریم کے ارشاد'' تقویٰ کا لباس زیب تن کرو'' کے حوالہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

'' لباس کی دو خصوصیات ہیں۔ پہلی یہ کہ لباس تمہاری کمزوریوں کو ڈھانکتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ زینت کے طور پر ہے۔ کمزوریوں کے ڈھانکنے میں جسمانی نقائص اور کمزوریاں بھی ہیں، بعض لوگوں کے ایسے لباس ہوتے ہیں جس سے ان کے بعض نقص چھپ جاتے ہیں۔ موسموں کی شدت کی وجہ سے جو انسان پر اثرات مرتب ہوتے ہیں ان سے بچاؤ بھی ہے اور پھر خوبصورت لباس اور اچھا لباس انسان کی شخصیت بھی اجاگر کرتا ہے۔ لیکن آج کل ان ملکوں میں خاص طور پر اس ملک میں بھی عموماً تو سارے یورپ میں ہی ہے لباس کے فیشن کو ان لوگوں نے اتنا بیہودہ اور لغو کر دیا ہے خاص طور پر عورتوں کے لباس کو کہ اس کے ذریعہ اپنا ننگ لوگوں پر ظاہر کرنا زینت سمجھا جاتا ہے اور گرمیوں میں تو یہ لباس بالکل ہی ننگا ہو جاتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لباس کے یہ دو مقاصد ہیں ان کو پورا کرو۔ اور پھر تقویٰ کے لباس کو بہترین قرار دے کر توجہ دلائی، اس طرف توجہ پھیری کہ ظاہری لباس تو ان دو مقاصد کے لئے ہیں۔ لیکن تقویٰ سے دور چلے جانے کی وجہ سے یہ مقصد بھی تم پورے نہیں کرتے اس لئے دنیاوی لباسوں کو اس لباس سے مشروط ہونا چاہئے جو خدا تعالیٰ کو پسند ہے اور خدا تعالیٰ کے نزدیک بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے۔

یہاں لفظ رِیْش استعمال ہوا ہے۔ اس کے معنی ہیں پرندوں کے پَر جنہوں نے انہیں ڈھانک کر خوبصورت بنایا ہوتا ہے۔ وہی پرندہ جو اپنے اوپر پروں کے ساتھ خوبصورت لگ رہا ہوتا ہے اس کے پَر نوچ دیں یا کسی بیماری کی وجہ سے وہ پَر جھڑ جائیں تو وہ پرندہ انتہائی کراہت انگیز لگتا ہے۔

پھر اس کا مطلب لباس بھی ہے اور خوبصورت لباس ہے۔ لیکن بدقسمتی سے آج کل خوبصورت لباس کی تعریف ننگا لباس کی جانے لگ گئی ہے اور اس میں مردوں کا زیادہ قصور ہے کہ انہوں نے عورت کو اس کی کھلی چھٹی دی ہوئی ہے اور عورتیں بھی اپنی حیا اور تقدس کو بھول گئی ہیں اور ہماری بعض مسلمان عورتیں بھی اور احمدی بھی اِکّا دُکّا متاثر ہو جاتی ہیں۔ پردے اور حجاب جب اترتے ہیں تو اس کے بعد پھر اگلے قدم ننگے لباسوں میں آجاتے ہیں۔ پس اپنے تقدس کو ہر عورت کو قائم رکھنا چاہئے۔ کل ہی مجھ سے ایک نئے احمدی دوست نے سوال کیا کہ اس معاشرے میں جہاں ہم رہ رہے ہیں بہت ساری برائیاں بھی ہیں ننگے لباس بھی ہیں تو ہم کس طرح اپنی بیٹیوں کو معاشرے کے اثرات سے محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ تو مَیں نے انہیں یہی کہا تھا کہ بچپن سے ہی بچوں میں اپنی ذات کا تقدس پیدا کریں انہیں احساس ہو کہ وہ کون ہیں۔ خدا تعالیٰ ان سے کیا چاہتا ہے؟ اور پھر بڑی عمر سے ہی نہیں بلکہ پانچ چھ سال کی عمر سے ہی انہیں لباس کے بارے میں بتائیں کہ تمہارے ارد گرد معاشرے میں جو چاہے لباس ہو لیکن تمہارے لباس اس لئے دوسروں سے مختلف ہونے چاہئیں کہ تم احمدی ہو۔ اور دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کو وہی لباس پسند ہے جن سے ننگ ڈھکا ہو۔ ان کے اندر کی نیک فطرت کو ابھاریں کہ انہوں نے ہر کام خدا تعالیٰ کی خاطر کرنا ہے۔ تو آہستہ آہستہ بڑے ہونے تک ان کے ذہنوں میں یہ بات پختہ اور راسخ ہو جائے گی۔

اسی طرح رِیْش کا مطلب دولت بھی ہے اور زندگی گزارنے کے وسائل بھی ہیں۔ یہاں بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اس کے لئے بھی تقویٰ ضروری ہے، زندگی کی سہولیات حاصل کرنے کے لئے کوئی غلط کام نہیں کرنا، غلط ذریعہ سے دولت نہیں کمانی۔ ناجائز کاروبار نہیں کرنا، حکومت کا ٹیکس چوری نہیں کرنا۔ اس طرح کی دولت سے تم اگر چوری کرتے ہو تو ظاہراً تو شاید عارضی طور پر خوبصورت گھر بنا لو لیکن تقویٰ سے دُور چلے جاؤ گے۔ اس لئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہاری کمزوریوں کو ڈھانکنے کے لئے اور تمہاری زینت کے لئے جو جائز اسباب تمہارے لئے میسر کئے ہیں۔ ان کو استعمال میں لانا ضروری ہے۔ لیکن ہمیشہ یاد رکھو کہ لباس تقویٰ ہی اصل چیز ہے۔ اس کی طرف اگر تمہاری نظر رہے گی تو ظاہری لباس، رکھ رکھاؤ اور زینت کے لئے بھی تم اس طرح عمل کرو گے جس طرح خدا تعالیٰ کا حکم ہے اور جس طرح تمہارے باپ آدم نے اپنے آپ کو ڈھانکنے کی کوشش کی تھی جب شیطان نے اسے بہکایا تھا۔ پس آدم کی اولاد کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا خوف، اس کی خشیت اور تقویٰ ہر وقت پیش نظر رہے گا اور استغفار اور توبہ اور دعاؤں سے اس کی حفاظت کی کوشش کرتے رہو گے تو دنیا میں جو بے انتہا لغویات ہیں ان سے بھی بچ کر رہو گے۔''

(فرمودہ مورخہ 10 راکتوبر 2008ء بمقام مسجد مبارک پیرس فرانس)

دین کو دنیا پر مقدم رکھنا

(مجلس انصاراللہ برطانیہ کے سالانہ اجتماع 2018ء کے موقع پر مکرم فضل الرحمٰن ناصر صاحب قائد تربیت کی تقریر)

رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الآخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔
(سورۃ بقرۃ:202)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

عزیزو! یہ دین کے لئے اور دین کی اغراض کیلئے خدمت کا وقت ہے۔ اس وقت کو غنیمت سمجھو کہ پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا۔ (کشتی نوح صفحہ 83۔ روحانی خزائن جلد 19)

پھر فرماتے ہیں: تم یقیناً سمجھو کہ یہ کام آسمان سے ہے اور تمہاری خدمت صرف تمہاری بھلائی کے لئے ہے۔ پس ایسا نہ ہو کہ تم دل میں تکبر کرو اور یا یہ خیال کرو کہ ہم خدمت مالی یا کسی قسم کی خدمت کرتے ہیں۔ میں بار بار تمہیں کہتا ہوں کہ خدا تمہاری خدمتوں کا ذرا محتاج نہیں۔ ہاں تم پر یہ اس کا فضل ہے کہ تم کو خدمت کا موقع دیتا ہے۔ (مجموعہ اشتہارات۔ جلد نمبر 3 صفحہ 498-497)

ایک موقع پر فرمایا:

اے عزیزو! تم تھوڑے دنوں کے لئے دنیا میں آئے ہو اور وہ بھی بہت کچھ گزر چکی۔ سو اپنے مولیٰ کو ناراض مت کرو۔ (کشتی نوح صفحہ 71۔ روحانی خزائن جلد 19)

نیز فرمایا: یہ دنیوی زندگی جو شیطانی حملوں کے ساتھ ملی ہوئی ہے کامل انسان بننے سے روکتی ہے اور اس سلسلہ میں بہت داخل ہونگے مگر افسوس کہ تھوڑے ہیں کہ یہ نمونہ دکھائیں گے۔ (تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 58-57۔ مطبوعہ لندن)

حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ فرمایا کرتے تھے کہ ہر نبی کا ایک کلمہ ہوتا ہے۔ مرزا صاحب کا کلمہ یہ ہے۔ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔
(سیرت المہدی جلد اوّل صفحہ 824 روایت نمبر 974 طبع چہارم)

یہ خدا کے اسی پاک مسیح کی باتیں ہیں جس کو خدا نے اس زمانہ میں دین اسلام کو از سرِ نو زندہ کرنے کے لئے قرآن کریم کی اس عظیم الشان پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے بھیجا جو قرآن کریم میں صدیوں سے ان الفاظ میں محفوظ چلی آئی تھی:

ھُوَالَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْکَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ۔ (سورۃ الصف:10)۔ وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا وہ اپنے دین کو تمام دینوں پر غالب کرے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر تم ایماندار ہو تو شکر کرو اور شکر کے سجدات بجالاؤ کہ وہ زمانہ جس کا انتظار کرتے کرتے تمہارے بزرگ آباء گزر گئے اور بے شمار روحیں اُس کے شوق میں ہی سفر کر گئیں، وہ وقت تم نے پالیا۔ اب اس کی قدر کرنا یا نہ کرنا اور اس سے فائدہ اٹھانا یا نہ اٹھانا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ میں اس کو بار بار بیان کروں گا اور اس کے اظہار سے میں رُک نہیں سکتا کہ میں وہی ہوں جو وقت پر اصلاحِ خلق کے لئے بھیجا گیا۔ تا دین کو تازہ طور پر دلوں میں قائم کر دیا جائے۔ (فتح اسلام۔ روحانی خزائن جلد سوئم صفحہ 7)

حضور علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں کہ

دوستو اُس یار نے دیں کی مصیبت دیکھ لی
آئیں گے اِس باغ کے اب جلد لہرانے کے دن
اک بڑی مدت سے دِیں کو کُفر تھا کھاتا رہا
اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن
دیں کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے
اب گیا وقتِ خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

یہ وہ زمانہ تھا جب کہ عام طور پر اسلام کی نازک حالت پر علماء اسلام یہ مرثیہ لکھ رہے تھے کہ

رہا دین باقی نہ اسلام باقی
اِک اسلام کا رہ گیا نام باقی

ایسے وقت میں اس زمانہ کے مہدی موعود اور مسیح نبی اللہ کی دن رات کی دعاؤں اور جانی و مالی و قلمی خدمات کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے تھوڑے ہی وقت میں مسلمانوں میں ان گنت ایسے خادم دین پیدا کر دئے جو باوجود کئی طرح کے دنیوی پیشے بھی رکھتے تھے۔ ملازمتیں بھی کرتے تھے۔ زمیندار بھی تھے۔ عدالتوں میں کام بھی کرتے تھے۔ ڈاکٹر بھی تھے اور انجینئر بھی۔ پولیس کے ملازم بھی تھے اور کچہری میں کام کرنے والے معمولی ملازموں سے لے کر بڑے بڑے جج اور وکیل بھی تھے۔ سکول اور کالج کے مدرس اور سکولوں کالجوں کے طالب علم بھی تھے۔ مگر وہ سب مسیح موعود علیہ السلام کی خدمات دینیہ کے لئے سب کچھ قربان کرنے کے لئے ہر وقت بے قرار رہتے۔ نماز روزہ کی باقاعدگی اور تلاوت قرآن کریم اور قرآن کریم کی محبت اور الفت اور ذکر الٰہی توان کی روح کی غذا ہوگئی تھی۔ وہ سب دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کرنے کے بعد ہمیشہ اس انتظار میں ہوتے کہ کب قادیان سے خدمت دین کے لئے کوئی بلاوہ آئے تو فوراً قادیان روانہ ہو جائیں۔

حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پیدا ہونے والے اس مسیح میں ایسا جذب تھا ایسی کشش تھی کہ آپ نے جب ہندوستان کے شہرہ آفاق شاہی طبیب حضرت مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کو خدمت دین کے لئے بلایا تو وہ اپنا چلتا دواخانہ اور زیرِ تعمیر ہسپتال اور مکان نامکمل چھوڑ کر قادیان کی گمنام بستی میں ہمیشہ کے لئے ایسے جا بیٹھے کہ اپنے وطن کا خیال بھی دل سے نکال دیا۔ اسی مسیح محمدی کی آواز جب جدید فلسفہ کے دلدادہ مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ جیسے نہایت اعلیٰ درجہ کی ذہنی صلاحیتوں کے مالک انسان کے کان میں پڑی تو اعلیٰ سے اعلیٰ دنیوی نوکریوں کی پیشکش ٹھکرا کر قادیان کی دور افتادہ بستی میں جا بیٹھے اور تادم آخر خدمت دین کے کام میں دن رات مصروف ہوگئے اور اسی بستی میں دفن ہونے کی سعادت پائی۔ یہی آواز جب حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی رضی اللہ عنہ جیسے گدی نشین کے کان میں پڑی تو نسلاً بعد نسلٍ وراثت میں آنے والی پیری کی گدی اور لاکھوں مریدوں کے سلسلہ کو اور ان کی طرف سے ملنے

والی نذرونیاز کوخیر باد کہہ کر مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر کے ہمیشہ کے لئے خدمت دین کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا۔ اور یہی آواز جب افغانستان کے شاہی خاندان کے نازونعم میں پلے شہزادہ عبداللطیف نے سنی تو سب دنیوی جاہ وحشمت کوالوداع کہہ کر دین اسلام کو ازسرنو زندہ کرنے کی مہم میں شامل ہونے کے لئے حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام کے قدموں میں آگرے۔ اور پھر اپنی مسلسل قربانیوں سے دین کودنیا پرمقدم کرنے کے ایسے اعلیٰ معیار قائم کر گئے کہ مسیح موعودعلیہ السلام نے اپنی ساری جماعت کومخاطب کر کے فرمایا کہ:

"ہماری جماعت کو یادرکھنا چاہئے کہ جب تک وہ بزدلی کو نہ چھوڑے گی اور استقلال اور ہمت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ہر ایک راہ میں ہرمصیبت ومشکل کے اٹھانے کے لئے تیار نہ رہے گی وہ صالحین میں داخل نہیں ہوسکتی۔...... صاحبزادہ عبداللطیف کی شہادت کا واقعہ تمہارے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ تذکرۃ الشہادتین کو باربار پڑھو اور دیکھو کہ اس نے اپنے ایمان کا کیسا نمونہ دکھایا ہے۔ اس نے دنیا اور اس کے تعلقات کی کچھ بھی پروا نہیں کی۔ بیوی یا بچوں کا غم اس کے ایمان پر کوئی اثر نہیں ڈال سکا۔ دنیوی عزت اور منصب اور تنعم نے اس کو بزدل نہیں بنایا۔ اس نے جان دینی گوارا کی مگر ایمان کو ضائع نہیں کیا۔ عبداللطیف کہنے کو مارا گیا یا مرگیا مگر یقیناً سمجھو کہ وہ زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا۔ اگر چہ اس کو بہت عرصہ صحبت میں رہنے کا اتفاق نہیں ہوا لیکن اس تھوڑی مدت میں جو وہ یہاں رہا اس نے عظیم الشان فائدہ اٹھایا۔ اس کو قسم قسم کے لالچ دیئے گئے کہ اس کا مرتبہ ومنصب بدستور قائم رہے گا مگر اس نے اس عزت افزائی اور دنیوی مفاد کی کچھ بھی پروا نہیں کی۔ ان کو ہیچ سمجھا۔ یہاں تک کہ جان جیسی عزیز شے کو جو انسان کو ہوتی ہے اس نے مقدم نہیں کیا بلکہ دین کو مقدم کیا جس کا اس نے خدا تعالیٰ کے سامنے وعدہ کیا تھا کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔

شہید مرحوم نے مرکر میری جماعت کو ایک نمونہ دیا ہے اور درحقیقت میری جماعت ایک بڑے نمونہ کی محتاج تھی۔ اب تک ان میں ایسے بھی پائے جاتے ہیں کہ جو شخص ان میں سے ادنیٰ خدمت بجالاتا ہے وہ خیال کرتا ہے کہ اس نے بڑا کام کیا ہے اور قریب ہے کہ وہ میرے پر احسان رکھے۔ حالانکہ خدا کا اس پر احسان ہے کہ اس خدمت کے لئے اس نے اس کو توفیق دی۔ بعض ایسے ہیں کہ وہ پورے زور اور پورے صدق سے اس طرف نہیں آئے اور جس قوتِ ایمان اور انتہا درجہ کے صدق وصفا کا وہ دعویٰ کرتے ہیں آخر تک اس پر قائم نہیں رہ سکتے اور دنیا کی محبت کے لئے دین کو کھودیتے ہیں اور کسی ادنیٰ امتحان کی بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ خدا کے سلسلے میں بھی داخل ہو کر ان کی دنیاداری کم نہیں ہوتی۔

لیکن خدا تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ایسے بھی ہیں کہ وہ سچے دل سے ایمان لائے اور سچے دل سے اس طرف کو اختیار کیا اور اس راہ کے لئے ہر ایک دکھ اٹھانے کے لئے طیار ہیں۔ لیکن جس نمونہ کو اس جواں مرد نے ظاہر کر دیا اب تک وہ قوتیں اس جماعت کی مخفی ہیں۔

خدا سب کو وہ ایمان سکھاوے اور وہ استقامت بخشے جس کا اس شہید مرحوم نے نمونہ پیش کیا ہے۔ یہ دنیوی زندگی جو شیطانی حملوں کے ساتھ ملی ہوئی ہے کامل انسان بننے سے روکتی ہے۔ اور اس سلسلہ میں بہت داخل ہوں گے مگر افسوس کہ تھوڑے ہیں کہ یہ نمونہ دکھائیں گے۔" (تذکرۃ الشہادتین۔روحانی خزائن جلد20 صفحہ 57-58)

"جب میں اس استقامت اور جانفشانی کو دیکھتا ہوں جو صاحبزادہ مولوی محمد عبداللطیف مرحوم سے ظہور میں آئی تو مجھے اپنی جماعت کی نسبت بہت امید بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ جس خدا نے بعض افراد اس جماعت کو یہ توفیق دی کہ نہ صرف مال بلکہ جان بھی اس راہ میں قربان کر گئے۔ اس خدا کا صریح یہ منشاء معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت سے ایسے افراد اس جماعت میں پیدا کرے جو صاحبزادہ مولوی عبداللطیف کی روح رکھتے ہوں اور ان کی روحانیت کا ایک نیا پودہ ہوں"۔

(تذکرۃ الشہادتین۔روحانی خزائن جلد20 صفحہ 75۔مطبوعہ لندن)

یقیناً یہ وہ لوگ تھے جن کے بارے میں خود حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام نے فرمایا کہ: "میں دیکھتا ہوں کہ میری بیعت کرنے والوں میں دن بدن صلاحیت اور تقویٰ ترقی پذیر ہے۔...... میں اکثر کو دیکھتا ہوں کہ سجدہ میں روتے اور تہجد میں تضرّع کرتے ہیں۔ ناپاک دل کے لوگ ان کو کافر کہتے ہیں اور وہ اسلام کا جگر اور دل ہیں۔" (انجام آتھم۔روحانی خزائن جلد11۔صفحہ315)

حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام کے صحابہ میں حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ بھی شامل تھے جو مالیرکوٹلہ کے نواب اور رئیس خاندان سے تھے۔ ان میں گونیکی تو پہلے بھی تھی۔ لیکن حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی صحبت نے اس کو مزید صیقل کیا اور چمکایا۔ انہوں نے خود ذکر کیا ہے کہ پہلے میں کئی دفعہ نمازیں چھوڑ دیا کرتا تھا۔ اور دنیاداری میں پڑا ہوا تھا۔ لیکن بیعت کے بعد آپ کے اندر ایک تبدیلی پیدا ہوگئی۔ ان کی اس پاک تبدیلی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں کہ "حبی فی اللہ نواب محمد علی خان صاحب رئیس خاندان ریاست مالیرکوٹلہ قادیان میں ملنے کے لئے آئے تھے اور کئی دن رہے۔ پوشیدہ نظر سے دیکھتا رہا ہوں کہ التزام ادائے نماز میں ان کو خوب اہتمام ہے اور صلحاء کی طرح توجہ اور شوق سے نماز پڑھتے ہیں اور منکرات اور مکروہات سے بالکل مجتنب ہیں۔" (ازالہ اوہام۔روحانی خزائن جلد3 صفحہ 526)

نواب صاحب نے قادیان آنے کے بعد ایک دفعہ اپنے بھائی کو لکھا کہ:

"دنیا کے دھندوں میں پھنس کر بہت سی عمر ضائع کی۔ آخر جب سوچا تو معلوم کیا کہ عمر تو ہوا کی طرح اُڑ گئی اور ہم نے نہ کچھ دین کا بنایا اور نہ دنیا کا۔ اور آخر مجھ کو یہ شعر یاد آیا کہ

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں
ایں خیال است و محال است و جنوں"

یعنی خدا کو بھی چاہنا اور گھٹیا دنیا کو بھی چاہنا یہ صرف ایک خیال ہے اور یہ ناممکن ہے اور پاگل پن ہے۔

پھر لکھتے ہیں کہ "یہاں یعنی قادیان میں چھ ماہ کے ارادہ سے آیا تھا مگر یہاں آکر میں نے اپنے تمام معاملات پر غور کیا تو آخر یہی دل نے فتویٰ دیا کہ دنیا کے کام دین کے پیچھے لگ کر تو بن جاتے ہیں مگر جب دنیا کے پیچھے انسان لگتا ہے تو دنیا بھی ہاتھ نہیں آتی اور دین بھی برباد ہوجاتا ہے۔...... ہماری شرائط بیعت میں ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کریں اور اپنی مہربان گورنمنٹ کے شکرگزار ہوں۔ اس کی پوری اطاعت کریں۔ یہی چیز مجھ کو یہاں یعنی قادیان میں رکھ رہی ہے۔ جوں جوں مجھ میں ایمان بڑھتا جاتا ہے اسی قدر دنیا ہیچ معلوم ہوتی جاتی ہے۔ اور دین مقدم ہوتا جاتا ہے۔" (اصحاب احمد جلد2 صفحہ 126)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کرنے والوں میں سے متعدد ایسے تھے کہ ملازمت سے چھٹی کے دن اور بعض اوقات رخصت لے کر بھی کئی کئی دن خدمت کے لئے حاضر ہو جاتے۔ حضرت منشی ظفر احمد صاحب اور منشی اروڑا خان صاحب رضی اللہ عنہما جو کہ ایک کچہری میں ملازم تھے وہ اس کثرت سے قادیان آ کر خدمت کرتے کہ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ ان کی ملازمتیں خطرہ میں پڑ گئیں مگر خدا کے دین کی خاطر اس کی کوئی پروانہ کی اور اسی ملازمت کے دوران اخلاص میں اتنی ترقی کی کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ایک بار فرمایا کہ: ''منشی صاحب محبت اور خلوص اور ارادت میں زندہ دل ہیں۔ سچائی کے عاشق اور سچائی کو بہت جلدی سمجھ جاتے ہیں۔ خدمات کو نہایت نشاط سے بجالاتے ہیں بلکہ وہ تو دن رات اسی فکر میں لگے رہتے ہیں کہ کوئی خدمت مجھ سے صادر ہو جائے۔''

اُنہیں مخلصین میں حضرت مددخان صاحب رضی اللہ عنہ بھی تھے جو کہ نئے نئے ہی فوج میں جمعدار بھرتی ہوئے تھے۔ قادیان آ کر جماعت کے کام میں ایسے مصروف ہوئے اور اس میں ایسی لذّت پائی کہ پھر قادیان کے ہی ہو کر رہ گئے۔ اُنہیں میں حضرت میاں فضل محمد صاحب رضی اللہ عنہ جو قادیان میں دکان بھی کرتے تھے۔ ان کو دیکھنے والے بیان کرتے ہیں کہ آپؓ کی دودھ دہی، سوڈا واٹر اور رس و بسکٹ وغیرہ کی دکان تھی۔ ہاتھوں سے دودھ کو ہلانے کا کام لیتے اور ہونٹ تسبیح و تحمید میں ہلتے رہتے۔ یوں آپؓ دست بکار اور دل بیار کا عملی نمونہ تھے۔ انہیں مخلصین میں حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب رضی اللہ عنہ بھی تھے جو کہ پھیری کر کے بزازی کا کام کرتے تھے۔ ان مخلصین میں منشی فتح محمد بزدار رضی اللہ عنہ بھی تھے جو کہ گورنمنٹ میں محکمہ ڈاک میں بطور اسسٹنٹ پوسٹ ماسٹر ملازم تھے۔ اس زمانہ میں قادیان کی زیارت کرنے والے ایک متلاشی حق نے ان متفرق پیشہ صحابہ میں سے بعض کو جب ایک جلسہ میں اکٹھے دیکھا تو لکھا کہ اس جلسہ پر تین سو سے زیادہ شریف اور نیک لوگ جمع تھے جن کے چہروں سے مسلمانی نُور ٹپک رہا تھا امیر، غریب، نواب، انجینئر، تھانہ دار، تحصیلدار، زمیندار، سوداگر، حکیم، غرض ہر قسم کے لوگ تھے۔ ہاں چند مولوی بھی تھے مگر مسکین مولوی ...... مجھے قیافہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ وقت عنقریب ہے کہ جناب مرزا صاحب کی خاکِ پا کو اہل بصیرت آنکھوں میں جگہ دیں اور اکسیر سے بہتر سمجھیں اور تبرک خیال کریں۔ مرزا صاحب کے سینکڑوں ایسے صادق دوست ہیں جو مرزا صاحب پر دل و جان سے قربان ہیں۔ اختلاف کا تو کیا ذکر ہے، روبرو اُف تک نہیں کرتے۔ سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے۔

(آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 640)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ''اب میرے ساتھ بہت سی وہ جماعت ہے جنہوں نے خود دین کو دنیا پر مقدم رکھ کر اپنے تئیں درویش بنا دیا ہے اور اپنے وطنوں سے ہجرت کر کے اور اپنے قدیم دوستوں اور اقارب سے علیحدہ ہو کر ہمیشہ کے لئے میری ہمسائیگی میں آباد ہوئے ہیں۔''

(نزول المسیح۔ روحانی خزائن۔ جلد 18 صفحہ 585)

یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر دین کو دنیا پر مقدّم کرنے کے عہد کو ایسے صدق و وفا سے نبھایا کہ شجر احمدیت کی بے شمار ثمر آور شاخیں آج دنیا کے کونے کونے میں پھیل کر خوب پھل پھول سے لدھی ہوئی ہیں۔ آج ہم بھی انہیں بزرگوں کی قربانیوں کا پھل کھا رہے ہیں۔ اور آج دنیا کی متفرق آبادیوں میں آباد مختلف رنگ و نسل کی قومیں خلافت احمدیہ کے ہاتھ پر دین کو دنیا پر مقدّم کرنے کا عہد کر کے بڑی تیزی سے ترقی کر رہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے پیارے امام کو خدا نے بہت مدت پہلے یہ خوشخبری دے رکھی ہے کہ ينصرک رجال نوحی اليهم من السماء۔ یعنی ایسے لوگ تیری مدد کو آئیں گے جن کو ہم آسمان سے وحی کریں گے۔

سینکڑوں ہزاروں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں خدمت گزار آج واقعتاً اسلام اور احمدیت کی خدمت کرنے کو اپنی سعادت سمجھتے ہوئے خلافتِ احمدیت کی اطاعت کا جُوا اپنی گردن پر لینا فخر سمجھتے ہیں۔ ان میں عرب بھی ہیں، افریقین بھی ہیں، یورپ کے رہنے والے بھی ہیں اور امریکن بھی، ایشیا سے تعلق رکھنے والے بھی ہیں اور جزائر سے تعلق رکھنے والے بھی۔ آج ہر قوم مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھوں جاری ہونے والے چشمہ سے فیضیاب ہو رہی ہے۔ اور ان گنت خوش قسمت لوگ آگے بڑھ بڑھ کر اپنے آپ کو خلافت احمدیہ کے زیر سایہ خدمت کے لئے پیش کر رہے ہیں۔ اور وہ وقت دُور نہیں جس کی خبر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ان الفاظ میں دی تھی: ''سچائی کی فتح ہوگی اور اسلام کے لئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آ چکا ہے اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے لیکن ابھی ایسا نہیں۔ ضرور ہے کہ آسمان اسے چڑھنے سے روکے رہے جب تک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں اور ہم سارے آراموں کو اس کے ظہور کے لئے نہ کھو دیں۔ اور اعزازِ اسلام کے لئے ساری ذلتیں قبول نہ کر لیں۔ **اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا۔** یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی، مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلّی موقوف ہے۔''

(فتح اسلام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 11)

ہمارے خلفا ہمیں بار بار یاد دہانی کرواتے چلے جاتے ہیں کہ

وقت کم ہے بہت ہیں کام چلو
ملگجی ہو رہی ہے شام چلو
منزلیں دے رہی ہیں آوازیں
صبح محو سفر ہو شام چلو
ہو تُمہی کل کے قافلہ سالار
آج بھی ہو تُمہی امام چلو

دنیا پر گہری نظر رکھنے والے جانتے ہیں آج سب سے تیزی سے دنیا میں ترقی کرنے والی جماعت صرف جماعت احمدیہ ہے۔ احمدیوں کا امام خدا کے دین کی آواز بلاخوف و خطر پورے انصاف کے ساتھ بنی نوع انسان کے ایک عام فرد سے لے کر بڑے بڑے ملکوں کی پارلیمینٹس تک پہنچا رہا ہے۔ اور ہاں شہدائے احمدیت کے خون سے لکھی جانے والی صدق و صفا کی داستانیں بھی ساتھ ساتھ رقم ہو رہی ہیں۔ یہ ایک چھوٹا سا واقعہ ہی اپنے اندر عجب تاثیر رکھتا ہے۔ اور اس سے پھوٹنے والی وفا کی خوشبو کبھی ختم ہونے والی نہیں۔ جماعت احمدیہ لاہور کا وہ ننھا اور معصوم بچہ جس کا باپ مئی 2010ء میں مسجد دارالذکر لاہور میں ہونے والے دلگداز واقعہ میں جام شہادت پی چکا تھا اس کی ماں نے اپنے بیٹے کو جب اگلے ہی جمعہ پر جانے کے لئے تیار کیا تو کہا بیٹا! مسجد میں وہیں کھڑے ہونا جہاں تمہارا باپ شہید ہوا تھا۔

کیوں؟! اس لئے کہ ماں کو اور بچے کو یقین تھا کہ یہ ناکامی کی منزل نہیں۔

ایک بار حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے چند نوجوانوں سے پوچھا: ایک لفظ میں بتاؤ میں تم سے کیا چاہتا ہوں؟ اُن کا جواب تھا: 'وفا'۔ یہ لفظ ہمارے امام کو پسند آیا۔ آج ہم میں سے بھی ہر ایک کو دین کو دنیا پر مقدّم کرنے کا عہد کرنے کے بعد اپنے اس عہدِ وفا کا جائزہ لینا ہوگا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بھی ایک موقع پر اسی جذبہ کو بیدار کرنے کے لئے خلافت سے محبت والفت کا دم بھرنے کو یہی فرمایا تھا کہ

بتاؤں تمہیں کیا کہ کیا چاہتا ہوں
ہوں بندہ مگر مَیں خدا چاہتا ہوں
میں اپنے سیہ خانۂ دل کی خاطر
وفاؤں کے خالق وفا چاہتا ہوں

یہ وفا کیا ہے؟...... وفا یہی تو ہے کہ اپنے امام کی آواز کی طرف ہر وقت کان لگائے رکھنا کہ کب کوئی آواز آئے تو اس پر عمل کے لئے فاستبقوا الخیرات کے حکم پر عمل کرتے ہوئے سب سے آگے بڑھ کر خلیفۃ المسیح کے ہر ہر لفظ پر عمل کرنے کی کوشش میں مصروف ہو جائیں۔ یقیناً یہی دین کو دنیا پر مقدم کرنا ہے۔

دین کو دنیا پر مقدّم کرنے کے وہ کون سے مواقع ہیں جس کی طرف ہم سب کو غیر معمولی توجہ کی ضرورت ہے۔ اس کا بظاہر سب سے مشکل امتحان ہر روز پانچ دفعہ اس وقت پیش آتا ہے جب پانچ وقت نماز کے لئے بلایا جاتا ہے۔ کیونکہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء اور ان کے خلفاء کی سب زیادہ پُر زور اور بار بار نصیحت نماز باجماعت کے قیام کے لئے ہی ہوتی ہے۔ ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بھی احباب جماعت کو پنجوقتہ نماز کے قیام اور مساجد کو تعمیر کرنے اور پھر ان کو آباد کرنے کی طرف بار بار توجہ دلاتے ہیں کیونکہ پُرخلوص اور محبت الٰہی سے بھری ہوئی عبادات ہی اللہ تعالیٰ کے دین کی تمام ترقیات کی مضبوط بنیاد بنتی ہیں۔ آپ نے اپنی خلافت کے آغاز میں ہی ایک موقع پر فرمایا کہ: ''یاد رکھیں اسلام اور احمدیت کی فتح اب ان مسجدوں کو آباد کرنے سے ہی وابستہ ہے۔ پس اے احمدیو! اٹھو! اور مسجدوں کی طرف دوڑو اور ان کو آباد کرو تا الٰہی وعدوں کے مطابق ہم جلد از جلد اسلام اور احمدیت کی فتح کے دن دیکھ سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور یہ دن دیکھنے نصیب کرے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 3/اکتوبر 2003ء۔ خطبات مسرور جلد اول صفحہ 372)

اب ہم میں سے ہر ایک سمجھ سکتا ہے اور اپنا جائزہ لے سکتا ہے کہ اس ارشاد کے مطابق دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کو کامل وفاداری سے نبھانے کے لئے روزانہ پانچ وقت نمازوں کے اوقات میں کیسے کیسے امتحان اس کو درپیش آتے ہیں اور ان سے کامیابی سے گزرنے کے لئے کس قدر محنت، دعا اور توجہ کی ضرورت ہے۔ اپنی دن بھر کی مصروفیات کو از سر نو دیکھنے کی ضرورت ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے لئے ہمیں کہاں کہاں اپنی کون کون سی مصروفیات کو ترک کرنے یا ان کو مختصر کرنے کی ضرورت ہے تا کہ ہم کامل وفا کے ساتھ اپنے پیارے امام کے ہاتھ پر کئے ہوئے عہد کو پورا کرنے والے بن جائیں۔

پنجوقتہ نماز کا معاملہ اس قدر اہم ہے کہ اس کو کامیابی سے طے کرنے کے بعد اگلے سارے مراحل آسان ہوتے چلے جاتے ہیں۔ گو اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ ایسے باوفا اور کامل عشاق احمدی بہت ہیں جن کو ان کے کام، ان کی نوکریاں اور ان کی فیملی اور دیگر مصروفیات پنجوقتہ نماز سے کبھی غافل نہیں کرتیں۔ اور اگر آپ جائزہ لیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی بے شمار برکتوں کو سمیٹتے ہوئے دنیا بھی کما رہے ہیں اور دین بھی بلکہ زیادہ قریب سے دیکھیں تو ان پر اللہ تعالیٰ کے بے شمار فضل اور رحمتیں مشاہدہ کی جاسکتی ہیں۔ اور آج تک کبھی کسی نے ایسا کوئی ایک احمدی بھی نہیں دیکھا کہ جس کی قیام نماز کی وجہ سے دنیا تباہ ہوئی ہو۔

اسی طرح دین کو دنیا پر مقدّم کرنے کا موقع جمعہ کے دن اس وقت ہوتا ہے جب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطبہ جمعہ یا خطابات کو سننے کے لئے اپنے وقت اور کام کی قربانی کرنی پڑے۔ یہ تو اتنی اہم بات ہے کہ شاید اس پر کچھ مزید کہنے کی ضرورت نہیں۔ اس کی ضرورت اور اہمیت کو ہر احمدی کا دل جانتا ہے۔ بس ذرا ٹھہر کر تحمل سے سوچنے کی ضرورت ہے۔ پس آج خاکسار اپنے تمام انصار بھائیوں سے اور عہدیداران سے عاجزانہ درخواست کرنا چاہتا ہے کہ جہاں تک ممکن ہے اپنے ایک ایک بھائی تک پہنچیں۔ بڑے پیار اور محبت سے اور ایک درد کے ساتھ ہر بھائی کے دروازے پر پہنچ کر ان کو حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے تمام خطابات سننے کی یاددہانی کروائیں۔ بعض مجالس میں اگر 50 انصار ہیں اور ان میں سے 49 حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطبہ سنتے ہیں تو جو ایک کسی وجہ سے اس نعمت سے محروم ہے، اس کو تلاش کر کے اس کو اس زندگی بخش جام کے پینے کی بڑے درد سے ترغیب دلائیں۔ ہاں ویسا ہی درد جیسا کہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بنی نوع انسان کی ہمدردی کے لئے پایا جاتا تھا۔ جس کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان کیا:

لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ۔

یعنی کیا تو اس غم میں اپنے تئیں ہلاک کر دیگا کہ یہ لوگ کیوں ایمان نہیں لاتے۔

یا جیسا ایک حدیث میں آیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور تمہاری مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی اور کئی طرح کے کیڑے مکوڑے اس میں گر کر ہلاک ہونے لگے اور وہ شخص ان کو چن چن کر آگ سے علیحدہ کرنے کوشش کرتا ہے۔ فرمایا میں بھی تم کو تمہاری کمروں سے پکڑ پکڑ کر آگ سے بچانے کوشش کر رہا ہوں اور تم میرے ہاتھوں سے نکلے جاتے ہو۔

(صحیح مسلم۔ باب شفقتہ صلی اللہ علیہ وسلم علی امتہ ومبالغتہ فی تحذیرھم ممایضرھم)

آج پیارے امام کے خطابات سنتے ہوئے واقعتہً ایسا احساس ہوتا ہے کہ آج ہمارے پیارے امام! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمائندگی میں، بار بار مختلف مثالیں دے دے کر، درد بھری نصائح اور دعاؤں سے معمور خطابات کے ذریعے ہم سب کو اس ہلاک کرنے والی آگ سے بچانے کے لئے دن رات ایک کئے ہوئے ہیں۔ اور اس میں کیا شک ہے۔ آج دنیا میں بھڑکنے والی دنیوی حرص اور لالچ کی آگ تو ہر ایک کو اپنی لپیٹ میں لینے کے لئے ہر طرف بھڑک رہی ہے۔ مگر مسیح محمدی کے سچے غلام جانتے ہیں بلکہ تجربہ رکھتے ہیں کہ:

آگ ہے پر آگ سے وہ سب بچائے جائیں گے
جو کہ رکھتے ہیں خدائے ذوالعجائب سے پیار

آج اسی آگ سے بچانے کے لئے ہمارے امام کے مبارک دہن سے وہ پاک چشمہ جاری ہے جو دلوں کو سکینت اور اطمینان بخشتا اور مُردوں کو زندگی عطا کرتا

ہے۔ آج اپنے دین کو بچانے کا اس سے کارگر اور کوئی نسخہ نہیں کہ سو حرج کر کے بھی خلیفۃ المسیح کے خطبات و خطابات بغور سنے جائیں، اپنے دین کو بچانے کے لئے اور حضرت خلیفۃ المسیح کے قدموں میں آ بیٹھنے کے لئے ہی تو ہم نے اپنے وطن، اپنے شہر اور اپنے گھروں کو خیر باد کہا۔ یہاں آ کر بھی اگر ہم میں سے بعض خطبات جمعہ اور نمازوں اور تلاوت قرآن کریم اور جماعت کے پروگراموں میں شامل ہونے سے محروم ہوں تو اس سے زیادہ گھاٹے کا اور کوئی سودا نہیں ہوگا۔

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا ایک اور اہم مرحلہ وہ ہوتا ہے کہ جب نظام جماعت کسی فرد جماعت کو کوئی کام سپرد کرتا ہے یا کسی کام میں شامل ہونے کیلئے اطلاع دی جاتی ہے۔ کبھی تبلیغ کے کام کیلئے اور کبھی مختلف جماعتی تقریبات اور میٹنگ میں آنے کیلئے بلاوا آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ ایک بڑا طبقہ جماعت کا ہمیشہ نظام جماعت کے ساتھ کامل وفاداری کا نمونہ دکھاتا ہے۔ مگر جن کے قدم ایسے مواقع پر ڈگمگا جاتے ہیں، اُن کی یاددہانی کے لئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا ایک اقتباس پیش کرتا ہوں۔ آپ نے ایک موقع پر فرمایا:

''وہ دن آنے والا ہے جب احمدیت کے کاموں میں حصہ لینے والے بڑی بڑی عزتیں پائیں گے۔ لیکن ان لوگوں کی اولادوں کو جو اِس وقت جماعتی کاموں میں دلچسپی نہیں لیتے دھتکار دیا جائے گا۔ جب انگلستان اور امریکہ ایسی بڑی بڑی حکومتیں مشورہ کے لئے اپنے نمائندے بھیجیں گی اور وہ اِسے اپنے لئے موجب عزت خیال کریں گے۔ اس وقت ان لوگوں کی اولاد کہے گی کہ ہمیں بھی مشورہ میں شریک کرو۔ لیکن کہنے والا کہے گا کہ جاؤ تمہارے باپ دادوں نے اس مشورہ کو اپنے وقت میں رد کر دیا تھا اور جماعتی کاموں کی انہوں نے پروا نہیں کی تھی۔ اس لئے تمہیں بھی اس مشورہ میں شریک نہیں کیا جا سکتا۔ پس اس غفلت کو دُور کرو اور اپنے اندر یہ احساس پیدا کرو کہ جو شخص سلسلہ کی کسی میٹنگ میں شامل ہوتا ہے اس پر اس قدر انعام ہوتا ہے کہ امریکہ کی کونسل کی ممبری بھی اس کے سامنے ہیچ ہے۔ سو حرج کر کے بھی اس میٹنگ میں شامل ہونا چاہئے۔ اگر وہ اس میٹنگ میں شامل نہیں ہوتا تو اس کی غیر حاضری کی وجہ سے سلسلہ کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا لیکن وہ خود الٰہی انعامات سے محروم ہو جائے گا۔'' (رپورٹ مجلس مشاورت 1956ء صفحہ 24)

جرمنی اور بیلجیم کے جلسہ ہائے سالانہ 2018ء کے خطابات میں بھی ہمارے پیارے امام نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کی یاددہانی کروائی۔ چنانچہ ایک موقع پر آپ نے فرمایا: حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ دینوی شغلوں کو اس حد تک اختیار کرو کہ وہ دین کی راہ میں تمہارے لیے مدد کا سامان پیدا کرسکیں اور مقصود بالذات اس میں دین ہی ہو۔ پس ہم دینوی شغلوں سے بھی منع نہیں کرتے۔ یہ بنیادی اصول ہے سب کے لیے۔ دنیا کماؤ، بیوی بچوں کے اخراجات پورے کرو، لیکن نوکری میں اس حد تک نہ ڈوب جاؤ کہ دین کی فکر ہی نہ رہے۔ اور تمام فکریں دنیا کے گرد گھومیں۔ دنیا بھی کمانی ہے تو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق بیوی بچوں کے حق ادا کرنے ہیں اور دین کی خدمت کرنی ہے۔

حضور انور نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالے سے ہی بتایا کہ آپؑ نے یہ بھی فرمایا کہ دن رات دُنیا کے دھندوں اور بکھیڑوں میں منہمک ہو کر خدا تعالیٰ کا خانہ بھی دُنیا ہی سے بھر دو۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ محرومی کے اسباب بہم پہنچاتا ہے اور اس کی زبان پر نرا دعویٰ ہی رہ جاتا ہے۔ جب دین سے محروم ہوگا تو دین کا دعویٰ اور بیعت کا دعویٰ صرف دعویٰ ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ کہنے کو تو ہم احمدی ہیں لیکن عمل وہی ہیں جو دوسروں کے ہیں۔ کوئی فائدہ نہیں پھر۔

وہ کیا طریق ہے جس پر چل کر ہم اپنے دل میں خدمت دین کا جذبہ اور جوش پیدا کر سکتے ہیں اس کے لئے بھی سب سے بہترین رسول اللہ ﷺ کا اُسوہ ہی کامل راہنما ہے۔ حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ حضور ﷺ کونسی دعا سب سے زیادہ کیا کرتے تھے۔ انہوں نے جواب دیا: يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم سب سے زیادہ یہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے دلوں کو پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر مضبوط کر دے۔

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کی کیا وجہ ہے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اُمّ سلمہؓ ہر انسان کا دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے جس کو چاہے وہ اس کو سیدھا رکھتا ہے اور جس کو چاہے ٹیڑھا کر دیتا ہے۔ اس پر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے یہ دعا پڑھی: رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا۔ یعنی اے ہمارے رب ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا ہونے دینا۔ (سنن ترمذی۔ کتاب الدعوات)

یہ وہ اہم دعا ہے جس کے بارے حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد خواب دیکھی تھی جس میں آپ نے بڑی تاکید فرمائی تھی کہ احباب جماعت کو یہ دعا بہت پڑھنی چاہئے کہ

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ۔ (آل عمران: 9) ۔ یعنی اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ ہونے دینا بعد اس کے کہ تو ہمیں ہدایت دے چکا ہے اور ہمیں اپنی جناب سے رحمت عطا کر۔ یقیناً تو ہی ہے بہت عطا کرنے والا۔

عزیز دوستو! حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''جو حالت میری توجہ کو جذب کرتی ہے اور جسے دیکھ کر میں دعا کے لئے اپنے اندر تحریک پاتا ہوں۔ وہ ایک ہی بات ہے کہ میں کسی شخص کی نسبت معلوم کر لوں کہ یہ خدمت دین کے سزاوار ہے اور اس کا وجود خدا تعالیٰ کے لئے، خدا کے رسول کے لئے، خدا کی کتاب کے لئے اور خدا کے بندوں کے لئے نافع ہے۔ ایسے شخص کو جو درد و الم پہنچے وہ درحقیقت مجھے پہنچتا ہے۔''

مزید فرمایا: ''ہمارے دوستوں کو چاہئے کہ وہ اپنے دلوں میں خدمت دین کی نیت باندھ لیں۔ جس طرز اور جس رنگ کی خدمت جس سے بن پڑے کرے۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 215)

پھر فرماتے ہیں: ''اگر کوئی تائید دین کے لئے ایک لفظ نکال کر ہمیں دے دے تو ہمیں موتیوں اور اشرفیوں کی جھولی سے بھی زیادہ بیش قیمت معلوم ہوتا ہے۔ جو شخص چاہے کہ ہم اس سے پیار کریں اور ہماری دعائیں نیازمندی اور سوز سے اس کے حق میں آسمان پر جائیں۔ وہ ہمیں اس بات کا یقین دلا دے کہ وہ خادم دین ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔'' (ملفوظات جلد اول صفحہ 311)

اصحابِ احمد رضوان اللہ علیہم کا جذبۂ دعوت وتبلیغ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کی تبلیغی مساعی، قربانیوں اور میدانِ تبلیغ میں فتح ونصرت الٰہی کے ایمان افروز واقعات

(مرتّبہ: میر انجم پرویز۔ مبلغ سلسلہ)

تبلیغ دین ایک اہم دینی فریضہ ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَا إِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ۔ (حٰمٓ سجدہ: 34) یعنی ''بات کہنے میں اس سے بہتر کون ہوسکتا ہے جو دعوت الی اللہ کرے اور نیک اعمال بجا لائے اور کہے کہ میں یقیناً کامل فرمانبرداروں میں سے ہوں۔''

اسی طرح ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اُدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ۔ (النحل: 126) یعنی ''اپنے ربّ کے راستہ کی طرف حکمت کے ساتھ اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دے اور ان سے ایسی دلیل کے ساتھ بحث کر جو بہترین ہو۔''

حضرت نبی کریم ﷺ نے بھی اس دینی فریضہ کی بہت اہمیت بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آپؐ نے فرمایا: مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا۔ (صحیح مسلم، کتاب العلم) کہ جو شخص کسی کو ہدایت کی طرف بلاتا ہے تو اس کو اتنا ہی اجر ملتا ہے جتنا کہ ہدایت پر گامزن ہونے والے کو ملتا ہے، تاہم اس ہدایت پانے والے کے اجر میں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔

اسی طرح ایک دفعہ آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا: وَاللّٰهِ لَأَنْ يُهْدَى بِكَ رَجُلٌ وَاحِدٌ خَيْرٌ لَكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ۔ (صحیح البخاری، کتاب المناقب) کہ خدا کی قسم اگر تیری دعوتِ اسلام کے نتیجہ میں کوئی ایک شخص بھی ہدایت پا جائے تو یہ تیرے لیے اعلیٰ درجہ کے سرخ اونٹوں کے مل جانے سے بہتر ہے۔

ہمارے نبی اکرم ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ: يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ۔ (المائدۃ: 68) یعنی ''اے رسول! جو تیرے رب کی طرف سے تیری طرف اتارا گیا ہے اس پیغام کو اچھی طرح پہنچا دے اور اس کی خوب تبلیغ کردے۔'' اور آپؐ کے توسط سے دراصل یہ حکم ہر مومن کو دیا گیا ہے، کیونکہ ہمدردی کا تقاضا ہے کہ اگر ایک کے گھر میں روشنی ہے تو وہ اپنے پیاروں کو اور اپنے گردوپیش لوگوں کو اندھیرے میں نہ چھوڑے۔ یہ ہمدردی ہمارے پیارے نبی ﷺ میں اس درجہ کو پہنچی ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا: لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ۔ (الشعراء: 4) کہ کیا تو اپنی جان کو اس لیے ہلاک کردے گا کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔

آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے داعی الی اللہ اور سراج منیر قرار دیا ہے۔ فرمایا: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا * وَدَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا *۔ (الأحزاب: 46-47) یعنی ''اے نبی! یقیناً ہم نے تجھے ایک شاہد اور ایک مبشّر اور ایک نذیر کے طور پر بھیجا ہے اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے اور ایک منور کردینے والے سورج کے طور پر۔''

آپ ایسا سورج تھے جس کے ذریعہ سے صحابہ جیسے ستارے روشن ہوئے اور انہوں نے آپؐ سے جو نور اسلام حاصل کیا اس کو لے کر بلادِ عرب وعجم میں پھیل گئے اور یورپ اور چین تک اس نور کو پہنچا دیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صحابہ کے جذبۂ دعوت وتبلیغ کے بارہ میں فرمایا: ''حضرت رسول کریم ﷺ کے اصحاب کا نمونہ دیکھنا چاہیے ... حضرت رسول کریم ﷺ جب کسی کو تبلیغ کے واسطے بھیجتے تھے تو وہ حکم پاتے ہی چل پڑتا تھا، نہ سفرخرچ مانگتا تھا اور نہ ہی گھر والوں کے افلاس کا عذر پیش کرتا تھا۔'' (ملفوظات جلد 7 صفحہ 1)

صحابہؓ کے بعد مسلمانوں کی بڑی تعداد اس اہم دینی فریضہ کی انجام دہی کے لیے کوشاں رہی۔ پھر رفتہ رفتہ مسلمانوں کی ایمانی وعملی حالت کمزور ہوتی گئی جس کے نتیجہ میں وہ جہاں دیگر واجباتِ دینیہ اور ان کی روح سے غافل ہوگئے وہاں فریضۂ تبلیغ سے بھی عموماً بے پرواہ ہوگئے۔ تب اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمانیت کے فیض سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا جنہوں نے نہ صرف اسلام کا احیائے نو فرمایا بلکہ حسب وعدۂ الٰہی اپنے مسیحی انفاس سے ایک آخرین کی جماعت بھی تیار فرمائی جو دورِ اول کے صحابہ کے ہم رنگ تھی۔ ان اصحابِ مسیحؑ نے جہاں تقویٰ و طہارت، اخلاقِ فاضلہ اور تقرب الی اللہ میں اعلیٰ نمونے قائم کیے وہاں فریضۂ تبلیغ کو بھی بڑی سرگرمی، تندہی اور جانفشانی کے ساتھ انجام دیا اور اس کے لیے ہر قسم کی قربانیاں پیش کرنے سے بھی دریغ نہ کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اپنی حالت یہ تھی کہ آپ فرماتے ہیں: ''ہمارے اختیار میں ہو تو ہم فقیروں کی طرح گھر بہ گھر پھر کر خدا تعالیٰ کے سچے دین کی اشاعت کریں اور پھر اس ہلاک کردینے والے شرک اور کفر سے، جو دنیا میں پھیلا ہوا ہے، لوگوں کو بچائیں اور اس میں زندگی ختم کردیں خواہ مارے ہی جائیں۔'' (ملفوظات جلد 3)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے جوشِ تبلیغ اور اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لیے لگن اور دھن کی کیفیت کا بیان انسانی طاقت سے باہر ہے۔ حضور کا منصب اور کام ہی خداوند عالم نے اسلام کو تمام دوسرے مذاہب پر غالب کر دکھانا مقرر فرمایا ہے۔ حضور پُرنور نے حقِ تبلیغ کی ادائیگی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور نہ ہی کوئی فروگزاشت کی۔ دن رات حضور کو یہی فکر رہتی اور حضور کوئی موقع تبلیغ کا ہاتھ سے جانے نہ دیا کرتے۔ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، خلوت میں اور جلوت میں، الغرض ہر حال میں اسی فکر اور اسی دھن میں رہتے۔ (اصحابِ احمد جلد 9)

یہی جذبۂ تبلیغ آپؑ نے اپنے صحابہ میں پیدا کیا۔ چنانچہ آپؑ کے صحابہ نے بھی

جوش وجذبہ کے ساتھ حقِ تبلیغ ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ازل سے ہی ان صحابہ کو اس کام کے لیے تیار کر رکھا تھا۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''میرا دل گوارا نہیں کرتا کہ اب دیر کی جاوے۔ چاہیے کہ ایسے آدمی منتخب ہوں جو تلخ زندگی کو گوارا کرنے کے لیے تیار ہوں اور ان کو باہر متفرق جگہوں میں بھیجا جاوے...... جس نے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے اس نے پہلے ازل سے ہی ایسے آدمی رکھے ہیں جو بکلّی صحابہؓ کے رنگ میں رنگین اور انھی کے نمونہ پر چلنے والے ہوں گے اور خدا تعالیٰ کی راہ میں ہر طرح کے مصائب کو برداشت کرنے والے ہوں گے اور جو اس راہ میں مرجائیں گے وہ شہادت کا درجہ پائیں گے۔''

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 311 مطبوعہ ربوہ)

چنانچہ اصحاب احمد نے تلخ زندگی گوارا کر کے متفرق علاقوں میں جا کر حق تبلیغ ادا کیا اور دورِ اولین کے نمونوں کو زندہ کر دکھایا۔ اور جو دور دراز علاقوں میں نہیں جاسکتے تھے وہ بھی اپنی اپنی جگہ تبلیغ کا کام کرتے رہے۔ غم ہائے روزگار ان کو تبلیغ سے غافل اور بیگانہ نہ کر سکے۔ حق یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں ہر صحابی داعی الی اللہ تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام کے زمانے میں جتنا احمدی داعی تھا اور دعوت الی اللہ کیا کرتا تھا آج اس سے کم ہے۔ اُس وقت ہر احمدی داعی تھا۔ ہر شخص دعوت الی اللہ کر رہا تھا۔ ایک زمیندار کھیتوں میں ہل چلاتا تھا تو وہ بھی دعوت کر رہا ہوتا تھا۔ ایک تاجر جب لفافوں میں سودا ڈال کر گاہکوں کے ہاتھ فروخت کر رہا ہوتا تو اس وقت بھی وہ دعوت کا کام کر رہا ہوتا تھا۔ ایک حکیم جب دوائیوں کی پُڑیاں بنا کر کسی کو دیتا تھا یا ڈاک میں پارسل بھیجتا تھا تو وہ ساتھ دعوت دے رہا ہوتا تھا۔ کوئی احمدی کسی بھی حیثیت کا ہو خواہ وہ وکیل ہو یا ڈاکٹر ہو، خواہ وہ تاجر ہو یا کوئی اور پیشہ ور ہو، خواہ وہ نجار ہو یا لوہار، ہر حیثیت میں وہ پہلے داعی تھا اور اس کی دوسری حیثیت بعد میں تھی۔'' (خطبہ جمعہ فرمودہ 28 جنوری 1983ء)

آئندہ صفحات میں تبلیغ و دعوت الی اللہ کے میدان میں اصحابِ احمد کے نمونے اور ان کی اس راہ میں کی گئی قربانیوں اور حاصل کردہ فتوحات کے ایمان افروز اور دلچسپ واقعات کا تذکرہ کیا جائے گا۔

''یا الٰہی! میں تیرا کام کرتا ہوں تو میرا کام کر دے''

ایک حدیث میں آتا ہے: مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ۔ یعنی جو خدا کا کام کرتا ہے خدا خود اس کا متکفل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اصحاب احمد اس اصل کو سامنے رکھتے ہوئے تبلیغ کا کام کیا کرتے تھے اور خدا تعالیٰ ان کے کاموں کا خود متکفل ہو جاتا اور بعض دفعہ انتہائی مشکل بلکہ ناممکن کام بھی نکال دیتا تھا۔ چنانچہ حضرت ماسٹر عبد الرحمٰن صاحب جالندھری سابق مہر سنگھ کے بارہ میں روایت ہے کہ آپؓ کا ارادہ تھا کہ اپنے بیٹے نذیر احمد صاحبؓ کو بی اے کرائیں۔ کپورتھلہ کے کالج سے ایف اے پاس کیا تو حضرت ماسٹر صاحب کو خواب میں بتایا گیا کہ نذیر احمد کو ڈاکٹر بناؤ، وہ ڈاکٹر بن جائے گا۔ آپ کے لکھنے پر انہوں نے کالج چھوڑا اور امرتسر میڈیکل کالج میں داخل ہونا چاہا، لیکن گو ایف اے میں اچھے نمبر آئے تھے لیکن میٹرک میں سیکنڈ ڈویژن تھی، اس لیے داخلہ نہ مل سکا اور وہ افسردۂ خاطر ہوئے۔ حضرت ماسٹر صاحبؓ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ آپ کو ڈاکٹر بنانے کا ہے۔ آپ جولائی میں آگرہ کے میڈیکل کالج میں داخل ہونے کے لیے چلے جائیں، لیکن انہیں وہاں بھی داخلہ نہ ملا تو ماسٹر صاحب نے لکھا کہ تم پروفیسروں سے ملتے رہو، اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوگا۔ ویٹنگ لسٹ کا موقع بھی نکل چکا تھا۔

موسم گرما کی تعطیلات میں ماسٹر صاحب نے ایک ماہ تبلیغ کے لیے وقف کیا اور سفر میں دعا کرتے رہے کہ ''یا الٰہی! میں تیرا کام کرتا ہوں تو میرا کام کر دے۔'' چنانچہ موضع کریام ضلع جالندھر میں ظہر کی نماز میں کشفی حالت میں آگرہ کا ایک ہندو لڑکا سانولے رنگ کا دکھایا گیا کہ اسے پرنسپل صاحب کہتے ہیں کہ ''نکل جاؤ، ہم تمہیں نہیں مانگتا''۔ چنانچہ ڈاکٹر نذیر احمد صاحب نے اطلاع دی کہ گویا کشف والے وقت کی بات ہے کہ ایک ہندو لڑکا پرنسپل کے پاس سے گزرا۔ انھوں نے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا کہ تعطیلات گزار کر گھر سے آیا ہوں۔ پوچھا کیا سپرنٹنڈنگ بورڈنگ ہاؤس سے اجازت لے کر گئے تھے؟ لڑکے نے جواب دیا کہ تعطیلات ہونے پر سب لڑکے چلے گئے اسی طرح میں بھی چلا گیا۔ میں کوئی قیدی تو نہیں تھا کہ سپرنٹنڈنٹ سے اجازت لے کر جاتا۔ اس گستاخانہ جواب سے پرنسپل صاحب نے برافروختہ ہو کر کہا: ارے بے ایمان! چلے جاؤ ہم تمہیں نہیں مانگتا۔ اور یہ بھی کہا کہ پہلے تمہارا قصور نہ تھا، لیکن اب قصور ہو گیا ہے۔ پھر نذیر احمد صاحب سے کہا کہ تم ابھی تک یہیں ہو؟ کیا آج تم ایک ہزار روپے کی ضمانت دے سکتے ہو تاکہ تمہیں داخل کر لیا جائے؟ انہوں نے کہا دے سکتا ہوں۔ چنانچہ ضمانت دے کر داخل ہو گئے، حالانکہ اس وقت سہ ماہی امتحان ہو چکا تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و رحم سے خاص طور پر مدد فرمائی اور اس مسبب الاسباب نے بظاہر غیر ممکن حالات میں موافق حالات پیدا کر دیے۔ یوں نہ صرف آپ نے ڈاکٹری پاس کی بلکہ کچھ عرصہ وہاں اسسٹنٹ لیکچرار بھی لگے رہے۔ حضرت ماسٹر صاحب دوستوں کو مشکلات کے حل کے لیے یہ واقعہ سنایا کرتے اور فرماتے کہ تم خدا کا کام (تبلیغ) کرو تو خدا تمہارا کام خود سنبھال لے گا۔ (اصحابِ احمد جلد 7)

تبلیغ اور تعلق باللہ

دعوت الی اللہ کے لیے اللہ تعالیٰ سے زندہ تعلق بھی ضروری ہے، کیونکہ جس نے خود کوئی راہ نہ دیکھی ہو وہ دوسروں کو کیسے دکھا سکتا ہے۔ اصحاب احمد کا اپنے ربّ کے ساتھ ایک زندہ تعلق تھا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کی تبلیغ میں مدد فرماتا تھا۔

حضرت شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی بیان کرتے ہیں کہ بنوں میں غالباً اواخر 1916ء میں ایک روز مَیں اپنے ساتھی کلرک بابو ہری سنگھ کے ساتھ دفتر سے گھر کی طرف آرہا تھا۔ ان کے ساتھ اکثر مذہبی گفتگو رہتی تھی۔ انہوں نے پوچھا کیا آپ کا اللہ تعالیٰ سے تعلق ہے؟ مَیں نے کہا کہ آپ سوال کی تصحیح کر کے یہ پوچھیں کہ کیا آپ کا میرے مقابل پر اللہ تعالیٰ سے زیادہ تعلق ہے؟ انہوں نے کہا: یونہی سہی۔ اثبات میں جواب دینے پر انہوں نے ثبوت طلب کیا۔ مَیں نے کہا (ثبوت) یہ کہ آپ میرے ہاتھ سے ڈسچارج ہوں گے۔ یہ بات تو میرے منہ سے نکل گئی اور میں خود حیرت میں ڈوب گیا کہ یہ کیا بات میرے منہ سے نکلی تھی۔ ادھر یہ سکھ بھی حیران تھا کہ یہ کیا جواب مِلا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان تھوڑے عرصہ میں ان کی آنکھوں میں تیز ککرے پڑ گئے اور وہ کئی ماہ تک شفاخانہ میں داخل رہے۔ وہ صحت یاب ہوئے تو مَیں رخصت لے کر قادیان آگیا اور وہ کور کے ساتھ راولپنڈی آگئے...... رخصت سے واپسی پر میں دفتر پہنچا تو بابو ہری سنگھ نے کہا کہ افسر آپ پر مہربان ہے۔ اس کو کہیں کہ وہ مجھے ہسپتال لے جا کر طبّی طور پر مجھے ناقابل ملازمت قرار دلا دے

تا کہ مجھے پنشن مل جائے۔ چنانچہ میرے کہنے پر افسر نے ایسا ہی کیا۔ جب ان کی ملازمت سے فراغت اور وظیفہ (پنشن) کے کاغذات بن گئے اور مَیں ان کے ساتھ گھر کو آ رہا تھا تو اچانک بنوں والی بات مجھے یاد آ گئی اور میں نے ان کو کہا کہ لو بابو صاحب! آج وہ بات پوری ہوگئی کہ آپ میرے ہاتھ سے ڈسچارج ہوں گے اور یہ اسلام کی سچائی کا ثبوت ہے۔ (اصحاب احمد جلد3)

حضرت منشی محمد اسمٰعیل صاحب سیالکوٹی کے بارہ میں روایت ہے کہ ایک دفعہ سیالکوٹ میں اپنے سکول کے مینیجر سے، جو پادری تھا، تبلیغ کرتے جھگڑا ہو گیا۔ مینیجر نے کہا کہ خدا کس سے باتیں کرتا ہے؟ حضرت منشی صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے خیال کیا کہ اگر میں نے کہا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تو یہ کوئی اور اعتراض کر دے گا۔ میں نے کہا مجھ سے کرتا ہے اور اپنے چند واقعات بتائے۔ چند دنوں کے بعد وہ پادری کسی لڑکی کو عیسائی بنا کر لے گیا۔ اس کے رشتہ دار اس کی کوٹھی پر گئے اور اس کو مارا۔ میں نے دوپہر کو سوئے ہوئے دیکھا کہ پادری کو مار پڑی ہے اور وہ کہتا ہے کہ دائیں طرف زیادہ چوٹیں آئی ہیں۔ مَیں اسی وقت اُٹھا اور اس کی کوٹھی پر گیا۔ اس نے پوچھا کہ آپ کیسے آئے؟ کہا کہ خدا نے مجھے ابھی ابھی ایک بات کہی ہے۔ وہ آپ کو بتانے آیا ہوں اور وہ یہ کہ آپ کو مار پڑی ہے اور دائیں طرف زیادہ چوٹیں آئی ہیں۔ اس نے اس کی تصدیق کی۔ اس نے ناراض ہو کر منشی صاحب کی ترقی روک رکھی تھی۔ منشی صاحب بیان کرتے ہیں کہ دوسرے دن پادری سکول میں میرے کمرے میں آیا اور کہنے لگا ہم اس ماہ آپ کو ترقی دیں گے۔ میں نے کہا ہم نہیں لیتے۔ وہ یہ کہہ کر کہ 'ہم دیں گے' چلا گیا اور ترقی دے دی اور دوسرے ماہ مزید ترقی دے دی۔ (اصحاب احمد جلد1)

عملی نمونہ اور اعلیٰ کردار سے تبلیغ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء ہمیشہ اس بات پر بہت زور دیتے آئے ہیں کہ ہر احمدی کو ایسا اعلیٰ عملی نمونہ دکھانا چاہیے جس کو دیکھ کر لوگ اس بات کا اقرار کرنے پر مجبور ہو جائیں کہ احمدیت سچی ہے۔ اصحابِ احمد نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قوتِ قدسیہ کی برکت سے عملی نمونہ میں اعلیٰ معیار قائم کئے اور کئی دفعہ ان کا عظیم کردار دوسروں کی ہدایت کا موجب بن جاتا۔

حضرت منشی عبداللہ سنوری صاحب بطور پٹواری ملازمت کرتے تھے۔ اپنی ملازمت کے دوران تقریباً چالیس سال (1885-1925) موضع غوث گڑھ ریاست پٹیالہ میں مقیم رہے۔ جماعت غوث گڑھ کو احمدیت کا نور حضرت منشی صاحب کی وساطت سے ملا۔ وہاں اکثر لوگوں نے دلائل و براہین سے نہیں بلکہ حضرت منشی صاحب کی عملی زندگی اور تقویٰ وطہارت کو دیکھ کر احمدیت قبول کی۔ آپ کی وجہ سے غوث گڑھ کے اردگرد بھی جماعتیں قائم ہوگئیں۔

(حضرت مولوی عبداللہ سنوری صاحب۔ تالیف ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب)

حضرت چودھری نصر اللہ خاں صاحبؓ کے بارہ میں حضرت یعقوب علی عرفانی صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں:

''سلسلہ میں داخل ہو جانے کے بعد ان کی توجہ سلسلہ کے لٹریچر پڑھنے اور اس کی عملی تبلیغ کی طرف ہوئی اور چونکہ وہ اپنی عملی زندگی میں ہمیشہ عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، اس کا اثر اکثر لوگوں پر ہوا اور دیہات سیالکوٹ میں لوگوں نے یہ تسلیم کیا کہ جب چودھری نصر اللہ خاں صاحب جیسا آدمی اس سلسلہ میں داخل ہوا ہے تو یہ معمولی امر نہیں اور خدا کے فضل سے اس طرح پر ضلع سیالکوٹ میں تبلیغ کا راستہ کھل گیا۔''

نیز لکھا کہ ''اگرچہ وہ اپنی جوانی کے ایام میں بھی نیک اور دیندار تھے، لیکن بڑھاپے میں جو کام انہوں نے کیا اس پر جوانی کو بھی رشک آتا ہے۔ اسی بڑھاپے میں قرآن مجید حفظ کیا۔ اسی بڑھاپے میں حج کا دشوار و صعب ناک سفر اختیار کیا۔ اسی بڑھاپے میں تبلیغ اسلام اور مجاہد فی الاسلام ہو کر شدھی میدان میں اترے۔۔۔۔ ضلع سیالکوٹ میں ان کی عملی تبلیغ نے جو کام کیا ہے اور جماعتوں کو جو تقویت اور زندگی بخشی ہے، وہ انھیں زندہ جاوید رکھے گی۔'' (اصحاب احمد جلد11)

قادیان ہجرت کر کے آنے پر بھی آپ تبلیغ میں خوب حصہ لیتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 10؍اپریل 1914ء کو مجلس میں فرمایا:

''میں دیکھتا ہوں، اس وقت جماعت میں یکلخت ایک جوش پیدا ہو گیا ہے اور ایسے لوگ جو کبھی بولتے نہ تھے اور خاموش تھے، اب تو وہ بھی تقریر کرتے ہیں اور سلسلہ کی اشاعت اور تبلیغ کے لیے بڑے سرگرم ہیں، جیسے ہمارے مولوی شیر علی صاحب اور چودھری نصر اللہ خاں صاحب۔'' (الحکم 7 مئی 1914 صفحہ 5)

متأثر کن اعلیٰ نمونہ اور تبلیغی مساعی

حضرت بابو فقیر علی صاحب (بیعت 1905ء) 1928ء میں قادیان تک ریل گاڑی جاری ہونے پر اوّلین اسٹیشن ماسٹر مقرر ہوئے۔ آپ کے ہمشیرہ زاد بابو اللہ بخش صاحب ریلوے گارڈ آپ کے بارہ میں بیان کرتے ہیں کہ آپ شب زندہ دار تھے۔ کئی بار اعتکاف بھی بیٹھے۔ بمقام مہت پور کیریاں ضلع ہوشیار پور سلسلہ کی طرف سے تبلیغی مرکز قائم ہونے سے قبل آپؓ وہاں تبلیغ کرنے جاتے۔ تبلیغی وفد بھی لے جاتے اور جلسے منعقد کراتے تھے۔ وہاں آپؓ کی ہمشیرہ رہائش پذیر تھیں۔ آپ کی مساعی کے نتیجہ میں وہاں جماعت کا قیام عمل میں آیا۔

قادیان میں تعیناتی کے دوران آپ کے اعلیٰ نمونہ سے متأثر ہو کر اسسٹنٹ اسٹیشن ماسٹر پنڈت رگھبیر چند اسلام کے گرویدہ ہوگئے تھے اور حضرت منشی محمد اسمٰعیل صاحبؓ سیالکوٹی سے انہوں نے سبقاً سبقاً قرآن مجید پڑھا۔ پیر محمد اقبال صاحب اسٹیشن ماسٹر سناتے ہیں کہ والٹن ٹریننگ سکول میں بابو صاحب کی تبلیغ کے نتیجہ میں مَیں نے اور میرے خاندان کے بیس پچیس افراد نے بیک وقت احمدیت قبول کر لی تھی۔ (اصحاب احمد جلد3)

تبلیغ کے ساتھ دعا

تبلیغ میں کامیابی کے لیے دعا لازمی شرط ہے۔ بہت دفعہ انسان تبلیغ کے لیے بہت کوشش اور تدبیر کرتا ہے لیکن کامیابی نہیں ہوتی۔ لیکن جب وہ اللہ کے حضور جھکتا اور اس سے مدد طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی کوشش کو بارور کر دیتا ہے۔ حضرت نواب محمد علی خانصاحب کے بارہ میں ذکر ملتا ہے کہ آپ کے دل میں دوسروں کی ہدایت کے لیے بے پناہ جذبہ تھا۔ چنانچہ آپ کی ڈائری سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے بچوں کے ایک خادم کو آپ نے تبلیغ کی۔ اسے سمجھ نہ آتی تھی تو آپ نے اس کے لیے دعا کی۔ تبلیغ بھی کوئی چند لمحات پر ممتد نہ تھی بلکہ شیخ صاحب اور عبداللہ صاحب عرب پر چھ سات گھنٹے آپ نے ایک دن میں صرف کیے۔ خداوند تعالیٰ نے نصرت فرمائی اور آخر شیخ عبدالرحمٰن کی تسلی ہوگئی اور اس نے بیعت کی درخواست کی۔ (اصحاب احمد جلد2)

تبلیغ ... عمر بڑھانے کا ذریعہ

مولوی محمد ابراہیم صاحب خلیل سابق مجاہد اٹلی وافریقہ حضرت ماسٹر عبدالرحمٰن صاحبؓ سابق مہر سنگھ کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

آپ کو تبلیغ کا جنون تھا۔ جب بھی آپ کے مکان پر جانے کا موقع ملا کسی ہندو، سکھ یا مسلمان کو تبلیغ کرتے ہی پایا۔ گھر پر وقت ضائع نہ ہونے دیتے۔ اشتہارات، رسالے وغیرہ لکھتے رہتے۔ جلی حروف میں قلمی اشتہارات لکھ کر بازاروں میں اور مسجدوں میں لگا دیتے۔ بالعموم بعد نماز احباب کو وعظ کر کے تبلیغ کرنے کی تحریک کرتے۔ راستہ میں بھی جو مل جاتا اسے تبلیغ کرتے یا تبلیغ کرنے پر آمادہ کرتے... آپ احباب کو مختلف طریقوں سے تبلیغ پر آمادہ کرتے تھے۔ مثلاً مکرم ماسٹر مامون خاں صاحب ڈرل ماسٹر ہائی اسکول قادیان کی شادی میں بعض موانع تھے۔ حضرت ماسٹر صاحب کو انہوں نے دعا کے لیے کہا آپ نے فرمایا کہ آپ چالیس گاؤں میں جا کر تبلیغ کریں، میں دعا کروں گا۔ چنانچہ ابھی چند دن ہی گزرے تھے کہ ماسٹر مامون خاں صاحب کی شادی ہوگئی۔ ایک اور دوست بیمار ہو کر قریب المرگ ہوگئے، زندگی کی امید باقی نہ رہی۔ آپ سے دعا کے لیے انہوں نے کہا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے عہد کرو کہ صحت یاب ہو کر اپنے گاؤں کے ارد گرد تین میل تک تبلیغ کروں گا۔ چنانچہ ان کے وعدہ کرنے پر آپ نے دعا کی اور وہ صحت یاب ہو کر سالہا سال تک زندہ رہے۔ ایک احمدی مدرس کئی بار B.A. کے امتحان میں ناکام رہے۔ ماسٹر صاحب نے کہا کہ جو تبلیغ کرے اللہ تعالیٰ اسے برکت دیتا ہے اور وہ کسی کا قرض اپنے اوپر نہیں رکھتا۔ آپ دس روپے کے تبلیغی پوسٹر چھپوا دیں۔ چنانچہ آپ نے ان کی رقم سے پوسٹر شائع کیے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ امتحان میں کامیاب ہوگئے۔ ماسٹر صاحب فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ اگر تم فریضۂ تبلیغ جاری رکھو تو تمہاری عمر کو ہم بڑھا دیں گے۔ چنانچہ آپ آخر دَم تک آخری ماہ تک اشتہارات شائع کرتے رہے۔ (اصحاب احمد جلد 7)

تبلیغ سے عمر میں زیادتی

قرآن کریم میں آتا ہے: وَاَمَّا مَا یَنۡفَعُ النَّاسَ فَیَمۡکُثُ فِی الۡاَرۡضِ یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی عمر میں اضافہ کر دیا کرتا ہے جو لوگوں کے لیے نافع وجود بن جائیں۔ تبلیغِ ہدایت ایک ایسا کام ہے کہ شاید اس سے بڑھ کر نفع رساں اور کوئی کام نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ماسٹر عبدالرحمٰن صاحبؓ کو بقیہ عمر کی مدت سے اطلاع دی تھی۔ جب یہ مدت پوری ہونے کو آئی تو ماسٹر صاحب نے جناب الٰہی میں گریہ و بکا کر کے دعا کی کہ یا الٰہی ابھی میرے بچوں کی تعلیم و تربیت مکمل نہیں ہوئی، بہت سی ذمہ داریاں میرے سر پر ہیں، میری عمر میں اضافہ فرمایا جائے۔ ابھی دو منٹ ہی دعا میں گزرے ہوں گے کہ آپ کو الہام ہوا: وَاَمَّا مَا یَنۡفَعُ النَّاسَ فَیَمۡکُثُ فِی الۡاَرۡضِ یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی عمر میں اضافہ کر دیا کرتا ہے جو لوگوں کے لیے نافع وجود بن جائیں۔ اس پر آپ نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ کو تبلیغ احمدیت بہت پسند ہے اس لیے آپ نے تبلیغی اشتہارات شائع کیے اور روزانہ تبلیغ کرنے لگے اور پہلی بار جو مدتِ عمر بتائی گئی تھی اس سے کئی سال زیادہ آپؓ نے عمر پائی۔

اس تعلق میں آپ مزید تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کئی مہمان (بڑے) باغ میں آئے اور حضور کے کلمات طیبہ سے مستفید ہوئے تھے۔ ایک مرتبہ ان مہمانوں کی پھل فروٹ سے حضورؑ نے دعوت کی۔ میں بھی ان میں شریک تھا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ بعض صحابہؓ آنحضرت ﷺ کی بہت لمبی عمریں ہوگئی تھیں، جن میں وہ اشاعت اسلام کرتے رہے۔ اسی طرح جو شخص اپنی عمر لمبی کرانا چاہتا ہے وہ تبلیغ میں میرا دست و بازو بن جائے۔ میں نے اس نسخے سے بہت فائدہ اٹھایا اور اٹھا رہا ہوں۔

آپؓ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ اگر تم فریضۂ تبلیغ جاری رکھو تو تمہاری عمر کو ہم بڑھا دیں گے۔ چنانچہ آپؓ نے آخر عمر تک آخری مہینے تک اشتہارات شائع کرنے نہ چھوڑے۔

مولوی سلطان احمد صاحب پیر کوٹی زودنویس ربوہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ماسٹر صاحب فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں شدید بیمار ہوا۔ بچنے کی کوئی امید نہ تھی۔ میں نے اپنی بیوی بچوں کی طرف نظر کی اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ اے اللہ! تو ہر چیز پر قادر ہے مجھ جیسے مردہ انسان کو از سرِ نو زندہ کرنا تیری قدرت میں ہے۔ میرے اہل و عیال کو ابھی میری زندگی کی ضرورت ہے، ان کی پرورش اور تعلیم میرے ذمہ ہے تو مجھے صحت عطا فرما۔ میں عہد کرتا ہوں کہ میں احمدیت و اسلام کی تبلیغ میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور میں اس عہد پر حتی المقدور عامل ہوں۔ (اصحاب احمد جلد 7)

تبلیغ کے لیے زندگی وقف

حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحبؓ پروفیسری والی اعلیٰ اور زیادہ مشاہرہ والی ملازمت ترک کر کے دیارِ یار یعنی قادیان میں دھونی رما کر آ بیٹھے اور خدماتِ سلسلہ کے لیے اپنے تئیں وقف کر دیا۔ گویا آپ نے تن من دھن راہِ یار میں نثار کر دیا۔ پھر بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریک پر آپؓ نے 1907ء میں اپنے تئیں خدمتِ دین اور تبلیغ حق کے لیے وقف کر دیا اور اس عہد کو تادم واپسیں نہایت خوبی سے نبھایا۔ چنانچہ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ ''ذکرِ حبیبؑ'' میں تحریر فرماتے ہیں:

1907ء کے آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا: ''اب سلسلہ کا کام بڑھ رہا ہے، اس بات کی ضرورت ہے کہ بعض نوجوان دور و نزدیک تبلیغ کا کام کرنے کے واسطے اپنی زندگیاں وقف کریں۔'' نوجوانوں کے علاوہ بعض اور دوستوں نے بھی زندگی وقف کرنے کے عہد کی درخواستیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت اقدس میں پیش کیں اور چونکہ حضورؑ کی ڈاک کی خدمت اُن ایّام میں میرے سپرد تھی اس واسطے ان درخواستوں پر چند الفاظ لکھ کر حضورؑ میرے پاس بھیج دیتے۔ میں نے ایک رجسٹر بنا لیا اور اس میں ان کو درج کر دیتا... درج شدہ اسماء میں حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب کا نام بھی درج ہے۔ آپ کی درخواست پر حضرت صاحبؑ نے فرمایا: ''آپؓ کو اس کام کے لائق سمجھتا ہوں۔''

(اصحاب احمد جلد 5)

تبلیغ کے لیے وقفِ عارضی اور تکلیف اٹھانا

یوں تو وقف عارضی کی باقاعدہ تحریک بعد میں شروع ہوئی اور اس کا بنیادی

مقصد تعلیم القرآن رکھا گیا، لیکن عملی طور پر تبلیغ کی غرض سے صحابہ پندرہ پندرہ دن یا ایک ایک ماہ یا بعض دفعہ کئی کئی ماہ وقف کیا کرتے تھے۔ عام زندگی میں بھی اگرچہ مصروفِ تبلیغ رہتے لیکن ان ایام کو مکمل طور پر تبلیغ کے لیے وقف کرتے اور مختلف مقامات پر جا کر تبلیغ کرتے اور بسا اوقات اس راہ میں ان کو مخالفت کا سامنا بھی کرنا پڑتا اور کئی طرح کی تکالیف دی جاتیں۔

حضرت منشی امام الدین صاحبؓ پٹواری کے بارہ میں روایت ہے کہ آپؓ ہجرت کر کے قادیان آجانے کے بعد تبلیغ میں مصروف رہے اور پندرہ پندرہ دن کے لیے تبلیغ کی غرض سے باہر چلے جاتے۔ ایک دفعہ پھیروچیچی کے قریب کسی گاؤں میں تبلیغ کے لیے گئے۔ وہاں کے لوگوں نے سخت مخالفت کی اور دھکے دے کر مسجد سے باہر نکال دیا۔ آکر بڑی خوشی کا اظہار کیا کہ ملازمت کے دنوں میں تو لوگ سختی نہ کر سکتے تھے، لیکن اب اللہ تعالیٰ نے یہ موقع بھی نصیب کر دیا اور خدا کی راہ میں تکلیف اُٹھانے کی لذّت حاصل ہوئی۔ (اصحاب احمد جلد 1)

تحریک جدید کے ماتحت ایک ماہ کے لیے حضرت منشی امام الدین صاحبؓ پٹواری کو بغرض تبلیغ مکیریاں بھجوایا گیا۔ وہاں روزانہ مخالفین کی طرف سے اس مکان پر جہاں آپ کا قیام تھا سنگباری ہوتی۔ سخت گرمیوں کے دنوں میں اندر کواڑ بند کر کے پناہ لیتے۔ (اصحاب احمد جلد 1)

فتنۂ احرار کے زمانہ میں مرکز نے علاقہ مکیریاں میں تبلیغ کی مہم شروع کی، جس کے لیے حضرت حاجی غلام احمد صاحبؓ نے بھی 1925ء و 1926ء میں ایک ایک ماہ وقف کیا۔ پہلے سال موضع عمراپور میں اور دوسرے سال خاص مکیریاں میں کام کیا۔ تبلیغ پر جانے سے قبل آپؓ نے خواب دیکھا کہ آپ ہاتھی پر سوار ہو کر جارہے ہیں۔ بعد بیداری آپ کو خوف ہوا کہ اس کی تعبیر طاعون نہ ہو، لیکن دوسرے روز سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا تار موصول ہوا کہ آپ کو علاقہ مکیریاں میں تبلیغ کے لیے امیر المجاہدین مقرر کیا جاتا ہے۔ اس پر آپؓ نے سمجھا کہ خواب کی یہ تعبیر تھی کہ گویا ایک اعزاز حاصل ہوگا۔ دیہاتی مبلغین علاقہ میں پھیلائے گئے تھے۔ اب وہ آپ کی زیرِ ہدایت کام کرتے تھے اور آپ تبلیغ کی روئیداد مرکز کو بھجواتے تھے۔ مرکز کی طرف سے حسنِ کارکردگی کے باعث آپ کو خوشنودی کی سندات بھی عطا کی گئی تھیں۔ (اصحاب احمد جلد 10)

ہر احمدی سال میں ایک احمدی ضرور بنائے

اصحاب احمدؑ کا ایک امتیاز یہ تھا کہ وہ امام وقت کی طرف سے اٹھنے والی ہر تحریک پر لبیک کہتے تھے۔ چاہے وہ مال کی قربانی کی تحریک ہو یا اولاد کی یا وقت کی یا کوئی اَور۔ اسی طرح جب کبھی تبلیغ کے لیے خصوصی تحریک کی گئی صحابہ نے فوراً لبیک کہا، یہاں تک کہ جو صحابہ بیمار اور معذور تھے وہ بھی تبلیغ کے میدان میں پیچھے نہ رہے۔

حضرت منشی امام الدین صاحبؓ پٹواری کے بارے میں روایت ہے کہ جلسہ سالانہ 1938ء سے چند روز پہلے بیمار ہو گئے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے جلسہ میں یہ تحریک فرمائی کہ ہر احمدی کو سال میں کم از کم ایک احمدی ضرور بنانا چاہیے۔ چودھری ظہور احمد صاحب نے آکر اس کا ذکر کیا اور بعد میں محلّہ والے بھی وعدہ لینے کے لیے آئے۔ فرمانے لگے: بیمار ہوں، زندگی کا کوئی اعتبار نہیں، لیکن بتوفیقہٖ تعالیٰ ایک احمدی ضرور بناؤں گا۔ بعض غیر احمدی تین سال سے آپؓ کے زیرِ تبلیغ تھے۔ وہ بیماری کے ایام میں عیادت کے لیے آتے تھے۔ اس وعدہ کے بعد ان کو آپؓ نے زیادہ زور سے تبلیغ شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں اثر پیدا کیا اور دو اشخاص نے بیعت کر لی۔ اس طرح زندگی کے آخری ایام میں بھی آپؓ کو باوجود بیماری اور کمزوری کے اپنے وعدہ کو پورا کرنے کی توفیق مل گئی۔ (اصحاب احمد جلد 1)

مرض الموت میں تبلیغ

مرض الموت میں انسان عموماً اپنی اولاد اور جائیداد وغیرہ امور کے بارہ میں سوچتا ہے لیکن خدا کے بندے اس حالت میں بھی اپنی اور دوسروں کی آخرت کے بارہ میں فکرمند اور ان کی بھلائی کے خواہاں نظر آتے ہیں۔ اصحابِ احمد کو اپنی مرض الموت میں بھی یہی فکر دامنگیر تھی کہ ان کے عزیز اور قریبی لوگ ہدایت پر گامزن ہو جائیں اور نجات یافتہ گروہ کا حصہ بن جائیں۔ چنانچہ حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کے بارہ میں ذکر ملتا ہے کہ آپؓ نے اپنی مرض الموت میں بھی فریضۂ تبلیغ کو خوب نباہا۔ چنانچہ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ بیان فرماتی ہیں کہ ''انہوں نے عمر بھر ہر موقع پر عزیزوں میں تبلیغ کی حتی کہ مرض الموت میں بھی آخری بار سب رشتہ داروں کو تبلیغی خطوط لکھے اور لکھا کہ میں یہ آخری حجت تمام کرتا ہوں، کیونکہ اب میری زندگی کے دن تھوڑے رہ گئے ہیں۔'' (اصحاب احمد جلد 2)

چلتے پھرتے، آتے جاتے تبلیغ

اصحاب احمد ہر حال میں تبلیغ میں مصروف رہتے تھے۔ ایک عجیب ذوق وشوق تھا۔ ایک غیر معمولی جذبہ تھا، جو اُن کو چین سے نہیں بیٹھنے دیتا تھا، جب تک اس روشنی سے، جو اُن کو حاصل ہوئی تھی، دوسروں کو روشناس نہ کروا دیں۔

حضرت حکیم چودھری الٰہی بخش صاحبؓ (بیعت قبل از 1898ء) کے بارہ میں اصحاب احمد میں مرقوم ہے:

اس زمانہ میں احمدیوں کا طرّہ امتیاز یہ تھا کہ چلتے پھرتے، آتے جاتے تبلیغ کی طرف راغب رہتے۔ چنانچہ حکیم صاحب کا معمول تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے جو اشتہار یا کتاب آتی۔ اسے اپنی پگڑی میں رکھتے اور جہاں کہیں دو چار آدمی بیٹھے پاتے وہاں جا کر بیٹھ جاتے اور حضور کی تحریر سناتے۔ چونکہ اس زمانہ میں لوگ ڈاکٹری سے گھبراتے تھے اور دیسی علاج پسند کرتے تھے اور لوگ حکیم صاحب موصوف کے حسنِ اخلاق اور حکمت کے قائل تھے، اس لیے ان کی بات سنی جاتی تھی۔ (اصحاب احمد جلد 7)

مجسم دعوت وتبلیغ

اگر یہ کہا جائے کہ اصحابِ احمد کی بڑی تعداد مجسم دعوت وتبلیغ تھی تو غلط نہ ہوگا۔ بعض صحابہ کا نمایاں وصف تبلیغ ہی تھا اور اسی راہ میں انہوں نے اپنی ساری زندگی وقف کر رکھی تھی۔ چنانچہ حضرت چودھری فتح محمد سیال صاحبؓ کے بارہ میں ذکر ملتا ہے کہ آپ کی زندگی کا نمایاں وصف تبلیغ تھا۔ آپ مجسم دعوت وتبلیغ تھے۔ آپ کو نہ دھوپ کی پرواتھی، نہ بارش کی، نہ بھوک اور پیاس کی، بس ایک ہی لگن اور شوق تھا اور وہ یہ کہ تبلیغ کی جائے اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو جماعت میں شامل کیا جائے۔ اس سلسلہ میں چودھری صاحب نے بہت کام کیا اور کئی ایک جماعتیں قائم کیں۔ چونکہ آپ ناظر اصلاح وارشاد بھی تھے اس لیے خود بھی مختلف جماعتوں کے دورے

کرتے اور لوگوں کو تبلیغ کے میدان میں اترنے کی تحریک فرماتے۔ اسی سلسلہ میں آپ نے مختلف مقامات پر متعدد لیکچرز بھی دیے۔ آپ کو تبلیغ کا اتنا شغف تھا کہ کوئی موقع ضائع نہ کرتے۔ (حضرت چودھری فتح محمد سیال صاحب، تالیف عطاء الوحید باجوہ صاحب)

بے حد مصروفیات کے باوجود انتہائی جوشِ تبلیغ

بعض صحابہ انتہائی معمور الاوقات ہونے کے باوجود فریضۂ تبلیغ کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرتے تھے، بلکہ بے پناہ مصروفیات میں بھی اپنے دائرہ میں تبلیغ کا حق ادا کرتے رہے۔ اس کی ایک نمایاں مثال حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ ہیں۔

1935ء میں حضرت چودھری ظفر اللہ خان صاحبؓ کا تقرر بطور ممبر کونسل وائسرائے ہوا تو جماعت ہائے احمدیہ لاہور کی طرف سے آپ کو دعوتِ طعام دی گئی۔ اس موقع پر محترم قاضی محمد اسلم صاحب (پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور) نے ایڈریس پڑھا، جس میں قاضی صاحب نے بیان کیا کہ آپ کی خدمات کا شمار محال ہے۔ ... بے حد مصروفیات کے باوجود آپ انتہائی جوشِ تبلیغ رکھتے ہیں۔ آپ کی بدولت کئی معززین راہِ ہدایت پا چکے ہیں اور کئی ایک کو سلسلہ سے شدید انس پیدا ہوا اور کئی آپ کے ذریعہ نورِ احمدیت سے منور ہوئے اور دوسروں کے لیے شمعِ ہدایت بن رہے ہیں۔ (اصحابِ احمد جلد 11)

آپ ضلع لاہور کے امیر بھی رہے۔ آپ نے اپنے عرصۂ امارت میں حضرت مصلح موعودؓ کی لاہور میں آمد سے خوب استفادہ کیا اور تبلیغ کی ... اور چودھری صاحب کی قابلیت ومقبولیت کے باعث اخبارات میں بھی ذکر آنے لگا۔ مرکز میں یہ تأثر تھا اور بجا طور پر تھا کہ آپ ان چند احباب میں سے ہیں جو اپنے طور پر تبلیغ میں زیادہ حصہ لیتے ہیں۔

الفضل 10 اپریل 1934ء کے پرچہ میں ذکر ملتا ہے کہ حضرت چودھری ظفر اللہ خان صاحب ہی کی تبلیغ سے علامہ اقبال کے برادرِ اکبر شیخ عطا محمد صاحب نے بیعت خلافت کی۔ (اصحابِ احمد جلد 11)

شدید جذبۂ تبلیغ

اصحاب احمد کا روزگار چاہے کچھ بھی ہو اس میں وہ تبلیغ کے مواقع پیدا کر لیتے تھے اور کام کے دوران میں تبلیغ اور اپنے نیک اثر سے دوسروں کی ہدایت کا سامان کرتے تھے۔ ایک صحابی حضرت بابو فقیر علی صاحبؓ اسٹیشن ماسٹر تھے۔ آپؓ شدید جذبۂ تبلیغ رکھتے تھے۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ جب مَیں سٹھار جہ اسٹیشن پر متعین تھا تو بوجہ داڑھی کے مولوی یا بوجہ احمدیت کے مرزا کے نام سے معروف تھا۔ اس سٹیشن کے پاس ریاست خیر پور کا اناج کا ذخیرہ تھا اس لیے مال ڈبوں کی آمد و رفت کثرت سے ہوتی تھی اور مجھے ان لوگوں کو تبلیغ کرنے کا موقع ملتا تھا۔ ایک سندھی دوست منشی محمد یعقوب صاحب پٹواری یہ سن کر کہ مَیں احمدی ہوں میرے پاس آئے اور حضورؑ کے زمانہ میں ہی انہوں نے تحریری بیعت کر لی۔ اسی طرح رانی پور کے ایک مشہور پیر کے خلیفہ محمد صدیق صاحب نے بھی میرے ذریعہ احمدیت قبول کی تھی۔ (اصحاب احمد جلد 3)

(آئندہ شمارہ میں جاری ہے)

مدیر کے نام ایک خط

محترم ماسٹر عبدالقدوس شہید کا بچپن اور لڑکپن میرے سامنے ربوہ میں گزرا اور اُن کے ابتدائی حالات اور دینی خدمات کے حوالہ سے خاکسار نے ایک مضمون رقم کیا تھا جو رسالہ ''انصارالدین'' میں شائع کیا تھا۔ اس مضمون کو پڑھنے کے بعد مکرم پروفیسر میر ایوب اقبال احمد صاحب (حال کینیڈا) نے اپنے خط میں ایک وضاحت کی ہے۔ آپ تحریر کرتے ہیں:

''...... چند ماہ قبل رسالہ ''انصارالدین'' یوکے میں ایک مضمون مکرم ماسٹر عبدالقدوس صاحب کے بارہ میں شائع ہوا۔ اس میں یہ تحریر ہے کہ شہید کے والد کا تعلق سیالکوٹ سے ہے۔ اگرچہ اس سے نفس مضمون پر اثر نہیں پڑتا تاہم ایک حقیقت کا ریکارڈ میں آجانا مناسب ہے کیونکہ مَیں خود شہید قدوس کے آبائی گاؤں کا رہنے والا ہوں۔ اور شہید کے والد مکرم میاں مبارک احمد صاحب اور اُن کے باپ دادا کا تعلق بھی لویری والہ (تحصیل وزیرآباد) سے ہی ہے۔

لویری والہ کی جماعت خداتعالیٰ کے فضل سے بہت قدیم جماعت ہے اور متعدد اصحابِ احمد کا تعلق اس جماعت سے رہا ہے۔ مکرم ماسٹر صاحب شہید کے دادا اور پڑدادا جماعت احمدیہ (لویری والہ) کے امام الصلوٰۃ بھی رہے ہیں۔ شہید مرحوم کے ایک چچا مکرم نصرت احمد صاحب ملائشیا میں حیات ہیں۔

اس وقت اگرچہ لویری والہ سے زیادہ تر احمدی گھرانے ہجرت کر چکے ہیں۔ لیکن کچھ عرصہ قبل خاکسار کو جب لویری والہ جانے کا موقع ملا تو وہاں کے احمدیہ قبرستان میں بھی دعا کے لئے گیا۔ وہاں شہید مرحوم کے دادا مکرم ماسٹر بشیر احمد صاحب اور اُن کے بھائی مکرم میاں نذیر احمد صاحب کی قبریں بھی تھیں۔

اسی طرح مکرم میاں محمد علی صاحب مرحوم کی قبر پر بھی دعا کرنے کی توفیق ملی جو میرے کلاس فیلو مکرم ڈاکٹر حمید شہید کے دادا تھے۔ ڈاکٹر حمید صاحب شہید بھی ملازمت کے سلسلہ میں کیمل پور (اٹک) میں مقیم تھے اور وہیں انہوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ لیکن اُن کا آبائی تعلق بھی لویری والہ سے ہی تھا اور وہ ماسٹر عبدالقدوس شہید کے قریبی عزیزوں میں سے تھے۔

مکرم ماسٹر عبدالقدوس شہید کے ماموں مکرم مولانا جلال الدین قمر صاحب (سابق مبلغ فلسطین) بھی کئی دفعہ لویری والہ تشریف لائے تھے۔ اسی طرح مکرم حافظ مسعود احمد صاحب (سابق رکن نیشنل باسکٹ بال ٹیم پاکستان۔ حال لندن) بھی لویری والہ سے ہی تعلق رکھتے ہیں اور اُن کے کہنے پر ہی اپنے ذاتی علم کی بنیاد پر یہ خط اس لئے تحریر کر رہا ہوں تا کہ مذکورہ بالا دونوں شہدائے کرام کے آبائی علاقہ کے تعلق میں اگر کوئی ریکارڈ میں ابہام ہو تو وہ درست کر دیا جائے۔''

اردو زبان میں ایک خوبصورت ویب سائٹ
khadimemasroor.zindgi.uk

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخلاق فاضلہ

(مرتبہ: سید شمشاد احمد ناصر مبلغ سلسلہ)

(قسط سوم۔آخر)

نوکروں سے مہربانی اور حسن سلوک

ایک دفعہ حضرت اقدس نے اپنے خادم حامد علی کو اپنی ڈاک ڈاکخانہ میں ڈالنے کو دی۔اسے وہ کہیں فراموش ہوگئی۔ایک ہفتے کے بعد کوڑے کرکٹ کے ڈھیر سے اس کے برآمد ہونے پر حامد علی کو بلا کر اور خطوط دکھا کر بڑی نرمی سے صرف اتنا کہا: "حامد علی۔تمہیں نسیان بہت ہوگیا ہے۔فکر سے کام کیا کرو۔"

(ملفوظات جلداوّل صفحہ 457)

ہر ایک سے نیکی کا سلوک

ایک شخص نے پوچھا کہ حکام اور برادری کے ساتھ کیسا سلوک کریں۔فرمایا:

"ہر ایک سے نیک سلوک کرو۔حکام کی اطاعت اور وفاداری ہر مسلمان کا فرض ہے۔...... برادری کے حقوق ہیں۔ان سے بھی نیک سلوک کرنا چاہیے۔البتہ ان باتوں میں جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے خلاف ہیں،ان سے الگ رہنا چاہیے۔ہمارا اصول تو یہ ہے کہ ہر ایک سے نیکی کرو اور خدا تعالیٰ کی کل مخلوق سے احسان کرو۔" (ملفوظات جلداوّل صفحہ 460)

ایک اہم فیصلہ

فرمایا: "ہم نے تو اپنی اولاد وغیرہ کا پہلے ہی فیصلہ کیا ہوا ہے کہ یہ سب خدا تعالیٰ کا مال ہے اور ہمارا اس میں کچھ تعلق نہیں اور ہم بھی خدا تعالیٰ کا مال ہیں جنہوں نے پہلے ہی سے فیصلہ کیا ہوتا ہے ان کو غم نہیں ہوا کرتا۔" (ملفوظات جلدنہم صفحہ 409)

خوف خدا

فرمایا: "رات کے وقت جب سب طرف خاموشی ہوتی ہے اور ہم اکیلے ہوتے ہیں،اس وقت بھی خدا کی یاد میں دل ڈرتا رہتا ہے کہ وہ بے نیاز ہے۔"

(ملفوظات جلداوّل صفحہ 464)

سوالی اور حضرت اقدسؑ

ایک دن ایک سائل نے بعد فراغت نماز جبکہ آپ اندرون خانہ تشریف لے جارہے تھے،سوال کیا۔مگر ہجوم کے باعث اس کی آواز اچھی طرح سنی نہ جا سکی۔اندر جا کر واپس تشریف لائے اور خدام کو سوالی کے بلانے کیلئے ادھر ادھر دوڑایا،مگر وہ نہ ملا۔شام کو وہ پھر آیا۔اس کے سوال کرنے پر آپ نے اپنی جیب سے نکال کر کچھ دیا۔چند یوم کے بعد ایک تقریب پر فرمایا کہ:

"اس دن جو وہ سائل نہ ملا۔میرے دل پر ایسا بوجھ تھا کہ جس نے مجھے سخت بے قرار کر رکھا تھا اور میں ڈرتا تھا کہ مجھ سے معصیت سرزد ہوئی ہے میں نے سائل کی طرف دھیان نہیں دیا اور یوں جلدی اندر چلا گیا۔اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ وہ شام کو واپس آگیا،ورنہ خدا جانے میں کس اضطراب میں پڑا رہتا اور میں نے دعا بھی کی تھی کہ اللہ تعالیٰ اسے واپس لائے۔" (ملفوظات جلداوّل صفحہ 459)

خدمت دین

فرمایا: "جو حالت میری توجہ کو جذب کرتی ہے اور جسے دیکھ کر میں دعا کے لئے اپنے اندر تحریک پاتا ہوں۔وہ ایک ہی بات ہے کہ میں کسی شخص کی نسبت معلوم کرلوں کہ یہ خدمت دین کے سزاوار ہے اور اس کا وجود خدا تعالیٰ کے لئے، خدا کے رسول کے لئے،خدا کی کتاب کے لئے اور خدا کے بندوں کے لئے نافع ہے۔ایسے شخص کو جو درد و الم پہنچے وہ درحقیقت مجھے پہنچتا ہے۔"

(ملفوظات جلداوّل صفحہ 324)

زندگی غربت اور مسکینی میں بسر کرنے کی تعلیم

فرمایا: "اہل تقویٰ کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ اپنی زندگی غربت اور مسکینی میں بسر کریں۔...... میں نہیں چاہتا کہ میری جماعت والے آپس میں ایک دوسرے کو چھوٹا یا بڑا سمجھیں،یا ایک دوسرے پر غرور کریں یا نظر استخفاف سے دیکھیں۔خدا جانتا ہے کہ بڑا کون ہے یا چھوٹا کون ہے۔یہ ایک قسم کی تحقیر ہے۔جس کے اندر حقارت ہے ڈر ہے کہ یہ حقارت بیج کی طرح بڑھے اور اس کی ہلاکت کا باعث ہو جائے۔بعض آدمی بڑوں کو مل کر بڑے ادب سے پیش آتے ہیں۔لیکن بڑا وہ ہے جو مسکین کی بات کو مسکینی سے سنے۔اس کی دلجوئی کرے۔اس کی بات کی عزت کرے۔کوئی چڑ کی بات منہ پر نہ لاوے کہ جس سے دکھ پہنچے۔خدا تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَاتَنَابَزُوْابِالْاَلْقَابِبِئْسَ الْاِسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَالْاِيْمَانِ وَ مَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُلٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ (الحجرات:12) تم ایک دوسرے کے چڑ کے نام نہ ڈالو۔یہ فعل فساق و فجار کا ہے۔جو شخص کسی کو چڑاتا ہے،وہ نہ مرے گا جب تک وہ خود اسی طرح مبتلا نہ ہوگا۔اپنے بھائیوں کو حقیر نہ سمجھو۔جب ایک ہی چشمہ سے کُل پانی پیتے ہو،تو کون جانتا ہے کہ کس کی قسمت میں زیادہ پانی پینا ہے۔مکرم معظم کوئی دنیاوی اصولوں سے نہیں ہوسکتا۔خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑا وہ ہے جو متقی ہے۔اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ۔(الحجرات:14)"۔ (ملفوظات جلداوّل صفحہ 36)

بیویوں سے بدسلوکی پر اظہار ناراضگی

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص سفر میں تھا اس نے اپنی بیوی کو لکھا کہ اگر وہ بدیدن خط اس کی طرف روانہ نہ ہوگی تو اُسے طلاق دے دی جائے گی۔جب اس بات کا علم آپ کو ہوا تو آپ نے فرمایا:

"جو شخص اس قدر جلدی قطع تعلق کرنے پر آمادہ ہوجاتا ہے تو ہم کیسے اُمید کر سکتے ہیں کہ ہمارے ساتھ اس کا پکا تعلق ہے۔"

اسی قسم کا ایک اور واقعہ ہے کہ ایک شخص نے بڑی چاہ سے ایک شریف لڑکی کے ساتھ نکاح ثانی کیا مگر بعد ازاں بہت خفیف عذر پر دس ماہ کے اندر ہی انہوں نے چاہا کہ اس سے قطع تعلق کرلیا جاوے۔اس پر حضورؑ کو بہت سخت ملال ہوا اور فرمایا: "مجھے اس قدر غصہ ہے کہ میں اسے برداشت نہیں کرسکتا اور ہماری جماعت

میں ہو کر پھر یہ ظالمانہ طریق اختیار کرنا سخت عیب کی بات ہے۔''

چنانچہ دوسرے دن پھر حضور علیہ السلام نے یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ:

''وہ صاحب اپنی نئی یعنی دوسری بیوی کو علیحدہ مکان میں رکھیں جو کچھ زوجہ اوّل کو دیویں وہی اسے دیویں۔ ایک شب اُدھر رہیں تو ایک شب اِدھر رہیں اور دوسری عورت کوئی لونڈی غلام نہیں ہے بلکہ بیوی ہے اُسے زوجہ اوّل کا دستِ نگر کر کے نہ رکھا جاوے۔'' (ملفوظات جلد ششم صفحہ 20)

محض لِلّٰہ صبر کرنا

ایک دفعہ آپ نے فرمایا:

''ہم اگر مقدمہ باز ہوتے تو جس وقت ڈگلس صاحب نے کہا تھا کہ تم مقدمہ کرو تو ہم اس وقت کر دیتے اور ایک تھیلا بھرا ہوا ہمارے پاس ہے جس میں گندی سے گندی گالیاں دی گئی ہیں اگر ہم چاہتے تو ان پر مقدمہ کرتے لیکن ہم نے محض للہ صبر کیا ہوا ہے۔'' (ملفوظات جلد ششم صفحہ 115)

مقدمہ کی اصل غرض

میاں احمد دین صاحب عرائض نویس نے مقدمہ کے متعلق کچھ گفتگو حضرت اقدسؑ اور آپ کے موجودہ احباب سے کی حضرت اقدسؑ نے ایک مقام پر فرمایا:

''ہماری مراد سزا سے نہیں ہے کہ اسے سزا ضرور ہو۔ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ جیسے یوسف کی حقیقت عزیز مصر کے سامنے کھل گئی تھی ویسے ہی ہماری بھی حقیقت کھل جائے۔ یوسف نے جیل خانہ سے باہر نہیں قدم نکالا جب تک اپنا باعصمت ہونا ثابت نہ کرا دیا۔'' (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 83)

قرآن مجید کے حکم کی تعمیل میں شہادت (گواہی) کے لئے حاضری

ایک شخص نے عرض کی کہ حضور کو بھی شہادت کے لئے جانے کی تکلیف ہوگی اس نے اسی لئے آپ کی شہادت لکھوائی ہے کہ یہ لوگ تکالیف کو دیکھ کر صلح کر لیں۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ:

''ہمیں کوئی تکلیف نہیں قرآن کا حکم ہے کہ جب گواہی کے لئے بلایا جاوے تو جاوٴ۔ میں کوئی بے دست و پا تو ہوں نہیں۔ ہمیشہ پیدل بٹالہ آیا جایا کرتا تھا۔ یہ تو کوئی بات نہیں، چلنے پھرنے کی عادت ہے۔'' (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 87-86)

مہمانوں کو بے تکلف ہونے کی نصیحت

نماز مغرب کے بعد حسب معمول حضورؑ مجلس میں تشریف فرما ہوئے تو میر صاحب نے عبدالصمد صاحب آمدہ از کشمیر کو آگے بلا کر حضور کے قدموں کے نزدیک جگہ دی اور حضرت اقدس سے عرض کی کہ ان کو یہاں ایک تکلیف ہے کہ یہ چاولوں کے عادی ہیں اور یہاں روٹی ملتی ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ (ص:87)۔ ہمارے مہمانوں میں سے جو تکلّف کرتا ہے اسے تکلیف ہوتی ہے اس لئے جو ضرورت ہو کہہ دیا کرو۔'' (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 169)

تائید الٰہی تحریروں میں

اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے حضور علیہ السلام کو مقابلہ کی تمام تحریروں میں مدد دیتا رہا حالانکہ اکثر اوقات آپؑ بیمار ہوتے اور میعاد مقابلہ نزدیک آ گئی ہوتی تو بیماری کے باوجود راتوں کو جاگ جاگ کر تالیف کا کام کرتے۔ حضورؑ نے فرمایا:

''میں تو ایک حرف بھی نہیں لکھ سکتا اگر خدا تعالیٰ کی طاقت میرے ساتھ نہ ہو۔ بارہا لکھتے لکھتے دیکھا ہے ایک خدا کی روح ہے جو تیر رہی ہے قلم تھک جایا کرتی ہے مگر اندر جوش نہیں تھکتا طبیعت محسوس کیا کرتی ہے کہ ایک ایک حرف خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔'' (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 164)

خدمت خلق

6 نومبر 1902ء کو نماز مغرب کے بعد حضور علیہ السلام حسب معمول شہ نشین پر جلوہ گر ہوئے فرمایا:

''آج میں نے کام میں بہت توجہ کی۔ سر میں درد تھا، ریزش بھی ہے اور گلا بھی پکا ہوا ہے جیسے کسی نے چیرا ہوا ہو اور مریض بھی بہت آئے۔ اگرچہ حکیم نورالدین صاحب کو علاج کے لئے مقرر کیا ہوا ہے مگر بعض اپنے اعتقاد کے خیال سے مجھ سے ہی علاج کراتے ہیں۔'' (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 174)

تکلف نہیں کرنا چاہیے

ایک دفعہ منشی نعمت علی صاحب نے کھانا کھانے کے لئے عرض کیا۔ فرمایا:

''تکلّف کی کیا ضرورت ہے! ہم کھانا کھا چکے ہیں۔ جب تم لوگوں نے بیعت کر لی تو گویا ہمارے بدن کے جزو ہو گئے۔ پھر الگ کیا رہ گیا! یہ باتیں تو اجنبی کے لئے ہوتی ہیں۔'' (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 184)

دوستوں کے لئے پنج وقتہ نمازوں میں دعا

9 نومبر 1902ء کو کچھ احباب نے بیعت کی۔ نومبائعین میں سے ایک نے کچھ اظہار محبت کے کلمات کہے۔ اس پر حضرت اقدسؑ نے فرمایا:

''میں اپنے دوستوں کے لئے پنج وقتہ نمازوں میں دعا کرتا ہوں اور میں تو سب کو ایک سمجھتا ہوں۔'' (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 192)

شفقت کا نمونہ

ایک صاحب کے دانت میں درد تھا۔ اُس کے لئے حضرت اقدس نے کارابارا (ایک بُوٹی) منگوائی تھی۔ وہ اندر مکان میں تھی۔ جناب میر صاحب نے کہا کہ ان کے دانت میں درد ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا: ''مَیں ابھی جا کر وہ سب بُوٹی لا دیتا ہوں''۔ مریض نے کہا حضور کو زحمت ہوگی۔ حضرت اقدس نے اس پر تبسم فرمایا اور کہا: ''یہ کیا تکلیف ہے!''۔ اور اسی وقت اندر جا کر حضور وہ رومال لے آئے جس میں وہ بُوٹی تھی اور مریض کے حوالہ کی۔ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 283)

شہرت پسندی سے نفرت

ایک صاحب نے عرض کی حضور نے جہلم تاریخ مقدمہ پر جانا ہے اگر اجازت ہو تو اشتہار دے دیا جاوے تا کہ ہر اسٹیشن پر لوگ زیارت کیلئے آ جائیں۔ فرمایا:

''جو ہمیں ملنے والے ہیں وہ تو اکثر آتے جاتے رہتے ہیں اور جو لوگ جماعت میں داخل نہیں ہیں ان کے لئے سر درد خریدنے سے کیا فائدہ؟ میری طبیعت کے یہ امر برخلاف ہے۔'' (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 325)

اطاعت والدین

لوگوں کے اس اعتراض پر کہ جو شخص لاوارث مرجاتا ہے اس کے وارث مرزا

صاحب ہو جاتے ہیں اور اس طرح سے بہت سے ملک املاک جمع کرتے جاتے ہیں۔اس پر حضورؑ نے فرمایا:

''والد صاحب ایسے دنیاوی کاموں میں مجھے مامور کر دیا کرتے تھے اور ان کے حکم اور رضا مندی کے لئے اکثر مجھے عدالتوں میں بھی جانا پڑتا تھا۔جب سے والد صاحب فوت ہو گئے ہیں کیا کسی نے دیکھا ہے کہ ہم نے ان باتوں میں کوئی حصہ لیا ہے۔حالانکہ ہمیں حق پہنچتا ہے کہ اگر چاہیں تو لے لیویں۔''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 393)

درشتی کا جواب نرمی سے

ایک امرتسری شخص نے حضرت اقدس کو بہت فحش اور گندی گالیاں دی تھیں۔ ایک باغیرت اور مخلص خادم نے اس کا جواب درشتی سے دینا چاہا تھا۔اس پر آپؑ نے فرمایا:

''جوش کے مقابلہ پر جوش ہو تو فساد کا باعث ہوتا ہے اور بات وہ کرنی چاہئے جس سے لڑائی کا خاتمہ ہو۔اگر ہم بدی کا جواب اس حد تک کی بدی سے دیویں تو پھر ہمارے کاروبار میں برکت نہیں رہتی۔جوش اور اشتعال کے وقت کے لکھے ہوئے مضامین میں فصاحت اور بلاغت جاتی رہتی ہے۔فصاحت اور بلاغت نرمی کا بیٹا ہے۔جس قدر نرمی ہوگی اسی قدر عبارت فصیح ہوگی۔اہل حق کو درہم برہم نہ ہونا چاہیے۔گندی بات قابل جواب ہی نہیں ہوا کرتی۔'' (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 297)

دشمن کے لئے دعا

حضور علیہ السلام نے فرمایا:

''بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی میں میرا مذہب ہے کہ جب تک دشمن کے لئے دعا نہ کی جاوے پورے طور پر سینہ صاف نہیں ہوتا ہے۔اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (المومن:61) میں اللہ تعالیٰ نے کوئی قید نہیں لگائی کہ دشمن کے حق میں دعا کرو تو قبول نہیں کروں گا بلکہ میرا تو یہ مذہب ہے کہ دشمن کے لئے دعا کرنا یہ بھی سنت نبوی ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی سے مسلمان ہوئے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لئے اکثر دعا کیا کرتے تھے۔اس لئے بخل کے ساتھ ذاتی دشمنی نہیں کرنی چاہئے اور حقیقۃً موذی نہیں ہونا چاہئے۔شکر کی بات ہے کہ ہمیں اپنا کوئی دشمن نظر نہیں آتا جس کے واسطے دو تین مرتبہ دعا نہ کی۔ہو ایک بھی ایسا نہیں اور یہی میں تمہیں کہتا ہوں اور سکھاتا ہوں۔'' (ملفوظات جلد سوم صفحہ 98-97)

مزید فرمایا:''میں حلفاً کہتا ہوں کہ میں تو اپنے دشمن کا بھی سب سے بڑھ کر خیر خواہ ہوں،کوئی میری باتوں کو سنے بھی۔'' (ملفوظات جلد سوم صفحہ 141)

مہمان نوازی

منشی عبدالحق صاحب جو عیسائی تھے انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات پڑھیں اور پھر حضرت اقدس کی خدمت میں خط لکھا کہ وہ اسلام کی حقانیت اور صداقت کو عملی رنگ میں دیکھنا چاہتے ہیں۔اس پر حضورؑ نے ان کو لکھ بھیجا کہ وہ کم از کم دو مہینہ تک قادیان میں آکر رہیں۔چنانچہ منشی عبدالحق صاحب 22 دسمبر 1901ء کو بعد دوپہر قادیان آئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے گفتگو ہوئی۔اور اسلام کے متعلق حضورؑ نے بڑی تفصیل کے ساتھ انہیں آگاہ فرمایا۔آپؑ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا:

''آپ ہمارے مہمان ہیں اور مہمان وہی آرام پا سکتا ہے جو بے تکلف ہے پس آپ کو جس چیز کی ضرورت ہو مجھے بلا تکلف کہہ دیں۔''

پھر جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا:

''دیکھو یہ ہمارے مہمان ہیں اور تم میں سے ہر ایک مناسب ہے کہ پورے اخلاق سے پیش آوے اور کوشش کرتا رہے کہ ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔''

اسی طرح ایک ہندو فقیر کوٹ کمو سے آیا ہوا تھا جو حضور علیہ السلام سے ملا۔ آپ نے نہایت شفقت کے ساتھ فرمایا:

''یہ ہمارا مہمان ہے اس کے کھانے کا انتظام بہت جلد کر دینا چاہیے۔''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 401)

گالیاں سن کر پرواہ نہ کرنا

منشی عبدالحق صاحب نے حضور علیہ السلام سے کہا کہ میں نے جب یہاں آنے کا ارادہ کیا تو ایک عیسائی سے ذکر کیا تو اس نے آپؑ کو گالی دی اور مجھے ناگوار معلوم ہوا۔مَیں نے کہا کہ یہ تو بری بات ہے۔گالی دینے سے کیا ملا؟ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا:

''گالیاں دیتے اس کی تو مجھے پرواہ نہیں ہے۔بہت سے خطوط گالیوں کے آتے ہیں جن کا مجھے محصول بھی دینا پڑتا ہے اور کھولتا ہوں تو گالیاں ہوتی ہیں۔ اشتہاروں میں گالیاں دی جاتی ہیں۔اور اب تو کھلے لفافوں پر گالیاں لکھ کر بھیجتے ہیں۔مگر ان باتوں سے کیا ہوتا ہے اور خدا کا نور کہیں بجھ سکتا ہے۔......مَیں تو بنی نوع انسان کا حقیقی خیر خواہ ہوں۔'' (ملفوظات جلد سوم صفحہ 126)

بیمار کی عیادت اور دعا

ایک صاحب کئی روز سے بیمار تھے اور قادیان میں حضرت خلیفہ اوّلؓ کے پاس علاج کے لیے آئے ہوئے تھے۔اُنہوں نے کئی بار حضور علیہ السلام سے دعا کی درخواست کی۔آپ نے فرمایا:''ہم دعا کریں گے''۔

10راگست 1902ء کو اس شخص نے حضرت خلیفہ اولؓ کے ذریعہ حضورؑ کی خدمت میں التماس کی کہ میں حضور مسیح موعودؑ کی زیارت کا شرف حاصل کرنا چاہتا ہوں مگر پاؤں کے متورّم ہونے کی وجہ سے حاضر نہیں ہوسکتا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 11راگست کو خود اُن کے مکان پر جا کر دیکھنے کا وعدہ فرمایا۔چنانچہ وعدہ کے ایفاء کے لیے آپ سیر کو نکلتے ہی خدام کے حلقہ میں اس مکان پر پہنچے جہاں وہ فروکش تھے۔اور اس کی خواہش کو پورا کیا اور پھر آپؑ کچھ دیر تک اس کی بیماری کے متعلق حالات دریافت فرماتے رہے اور پھر فرمایا:

''میں نے دعا کی ہے،مگر اصل بات یہ ہے کہ نری دعائیں کچھ نہیں کر سکتی ہیں جبتک اللہ تعالیٰ کی مرضی اور امر نہ ہو۔......توبہ واستغفار بہت کرنی چاہیے تا خدا تعالیٰ اپنا فضل کرے۔جب خدا تعالیٰ کا فضل آتا ہے تو دعا بھی قبول ہوتی ہے۔ خدا نے یہی فرمایا ہے کہ دعا قبول کروں گا۔اور کبھی کہا کہ میری قضاء وقدر مانو۔اس لئے میں تو جب تک اذن نہ ہو لے کم امید قبولیت کی کرتا ہوں۔بندہ نہایت ہی ناتواں اور بےبس ہے۔پس خدا کے فضل پر نگاہ رکھنی چاہیے۔''

ہمارے لئے خدا کی عدالت کافی ہے

شیخ عبدالرشید صاحب زمیندار تاجر میرٹھ آئے ہوئے تھے۔حضورؑ سے بعد

نماز فراغت ملے۔ حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے ان کا حضرتؑ سے تعارف کرایا۔ ضمیمہ شحنۂ ہند میرٹھ کے متعلق ذکر آنے پر شیخ عبدالرشید صاحب نے عرض کی کہ میں نے تو ارادہ کیا تھا کہ بذریعہ عدالت اسکے سخت توہین آمیز رویہ پر نوٹس لوں۔ حضورؑ نے فرمایا:

''ہمارے لیے خدا کی عدالت کافی ہے۔ یہ گناہ میں داخل ہوگا اگر ہم خدا کی تجویز پر تقدّم کریں۔ اس لیے ضروری ہے کہ صبر اور برداشت سے کام لیں۔''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 390)

تنگ نہ پڑنا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جب کوئی شخص دینی امر کے متعلق تین سوال پوچھتا تو آپ نہایت مشفقانہ انداز سے اسے مسئلہ سمجھاتے اور جتنی بار بھی وہ پوچھتا اس کا جواب دیتے کبھی اکتاہٹ محسوس نہ کرتے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:

''اس وقت خدا نے موقع دیا ہے کہ تم اپنے معلومات کو بڑھا سکو۔ اس لئے جو بات سمجھ میں نہ آئے اُس کو فوراً پوچھ لینا چاہیے۔ جو سمجھنے سے پہلے کہتا ہے کہ سمجھ لیا۔ اس کے دل پر ایک چھالا سا پڑ جاتا ہے۔ آخر وہ ناسور ہو کر بہہ نکلتا ہے۔ میں تھکتا نہیں ہوں، خواہ کوئی ایک سال تک پوچھتا رہے۔ پس اس موقع کی قدر کرو۔ میری باتوں کو سنو اور سمجھو اور ان پر عمل کرو۔ پھر خادم دین بنو۔''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 159)

صلح خیر

ایک دفعہ مامور زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ والسلام کی خدمت میں دو بھائیوں کے کسی باہمی نزاع کا ذکر کیا گیا۔ یہ امر انسانی فطرت کے خلاف نہیں ہے بلکہ انسانی مزاجوں کا اختلاف اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ایک بین ثبوت ہے اور پھر وہ نزاع تو بالکل قابل ذکر نہیں جو خدا تعالیٰ کی رضا کو مقدم کر کے چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ دونوں بھائیوں کے نزاع کا ذکر تھا حضور کی خدمت میں یہ خواہش کی گئی تھی کہ حضور ارشاد فرمادیں گے تو ان میں سے کسی کو بھی شکایت نہ رہے گی۔ چنانچہ اس پر حضرت اقدسؑ نے کمال شفقت سے انہیں سمجھایا اور اپنی مثال ہی پیش کرتے ہوئے فرمایا:

''میں صلح کو پسند کرتا ہوں اور جب صلح ہو جاوے پھر اس کا ذکر بھی نہیں کرنا چاہیے کہ اس نے کیا کہا تھا۔ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص جس نے مجھے ہزاروں مرتبہ دجال اور کذاب کہا ہو اور میری مخالفت میں ہر طرح کوشش کی ہو اور وہ صلح کا طالب ہو تو میرے دل میں خیال بھی نہیں آتا اور نہیں آسکتا کہ اس نے مجھے کیا کہا تھا اور میرے ساتھ کیا سلوک کیا تھا۔ ہاں خدا تعالیٰ کی عزت کو ہاتھ سے نہ دے۔ یہ سچی بات ہے کہ جو شخص چاہتا ہے کہ اس کی وجہ سے دوسروں کو فائدہ پہنچے اس کو کینہ ور نہیں ہونا چاہئے...... اسے تو ایسا ہونا چاہئے کہ اگر ہزاروں نشتروں سے بھی مارا جاوے پھر بھی پروانہ کرے۔

میری نصیحت یہی ہے کہ دو باتوں کو یاد رکھو۔ ایک خدا تعالیٰ سے ڈرو۔ دوسرے اپنے بھائیوں سے ایسی ہمدردی کرو جیسی اپنے نفس سے کرتے ہو۔ اگر کسی سے کوئی قصور اور غلطی سرزد ہو جاوے تو اسے معاف کرنا چاہئے نہ یہ کہ اس پر زیادہ زور دیا جاوے اور کینہ کشی کی عادت بنالی جاوے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ بندوں سے خُلق کرنا بھی ایک موت ہے۔ میں اس کو ناپسند کرتا ہوں کہ اگر کوئی ذرا بھی کسی کو توں تاں کرے تو وہ اس کے پیچھے پڑ جاوے۔ میں تو اس کو پسند کرتا ہوں کہ اگر کوئی سامنے بھی گالی دے دے تو صبر کر کے خاموش ہو رہے۔

میں بار بار یہی کہوں گا کہ نفس پرستی کی شیخی خدا تعالیٰ کو ہرگز پسند نہیں ہے اس لیے اس قسم کے نزاعوں کو یکدم چھوڑ نا چاہیے۔''

(ملفوظات جلد نہم صفحہ 9، 74، 76)

بدی کرنے والوں سے نیکی

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ہر موقع پر اپنے اسوہ حسنہ سے جماعت پر یہ ثابت کیا ہے کہ وہ ہمیشہ نرمی کا سلوک کریں، بدی کرنے والوں سے نیکی کریں۔ نوع انسانی کے ساتھ ہمدردی سے پیش آویں۔ آپ نے ایک مرتبہ فرمایا:

''ہمارا مذہب یہی ہے کہ ہم بدی کرنے والے سے نیکی کرتے ہیں۔ یہی گھر جو سامنے موجود ہے اس کے متعلق میرے لڑکے مرزا سلطان احمد نے مقدمہ کیا تھا۔ باوجودیکہ میرے لڑکے نے مقدمہ کیا تھا اور یہ سخت ایذا دینے والے دشمن تھے مگر میں نے کہا کہ میں اظہار نہیں دوں گا۔ اس وقت میں نے سلطان احمد کی رعایت کی تھی یا اُن کی؟ اور ان کی دشمنیوں کا خیال رکھا یا ان کے ساتھ نیکی کی؟ یہ ایک ہی بات نہیں۔ جب جب ان کو میری مدد کی ضرورت ہوئی میں نے اُن کو مدد دی ہے اور دیتا رہتا ہوں۔ جب ان کو مصیبت آئی یا کوئی بیمار ہوا تو میں نے کبھی سلوک یا دوا دینے سے دریغ نہیں کیا۔ ایسی حالت میں کہ ہم ان سے سلوک کرتے ہیں اور ان کی سختیوں پر صبر کرتے ہیں۔ تم اُن کی بدسلوکیوں کو خدا پر چھوڑ دو۔ وہ خوب جانتا ہے اور اچھا بدلہ دینے والا ہے۔ میں تمہیں بار بار کہتا ہوں کہ ان سے نرمی کرو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ مگر یہ بھی یاد رکھو کہ دعائیں منظور نہ ہوں گی جب تک تم متقی نہ ہو ......نوع انسان سے ہمدردی کرو۔ اور احسان سے یہ مراد نہیں کہ اپنے بھائیوں اور رشتہ داروں ہی سے کرو بلکہ کوئی ہو۔ آدم زاد ہو اور خدا تعالیٰ کی مخلوق میں کوئی بھی ہو۔ مت خیال کرو کہ وہ ہندو ہے یا عیسائی۔ میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا انصاف اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ تم خود کرو۔ جس قدر نرمی تم اختیار کرو گے اور جس قدر فروتنی اور تواضع کرو گے اللہ تعالیٰ اسی قدر تم سے خوش ہوگا۔ اپنے دشمنوں کو تم خدا تعالیٰ کے حوالے کرو۔ قیامت نزدیک ہے۔ تمہیں ان تکلیفوں سے جو دشمن تمہیں دیتے ہیں گھبرانا نہیں چاہیے۔ میں دیکھتا ہوں کہ ابھی تم کو ان سے بہت دکھ اٹھانا پڑے گا کیوں کہ جو لوگ دائرہ تہذیب سے باہر ہو جاتے ہیں۔ ان کی زبان ایسی چلتی ہے جیسے کوئی پُل ٹوٹ جائے تو ایک سیلاب پھوٹ نکلتا ہے۔ پس دیندار کو چاہیے کہ اپنی زبان کو سنبھال کر رکھے...... آرام اسی میں ہے کہ تم ایسے لوگوں کا مقابلہ نہ کرو۔ سدّ باب کا طریق رکھو اور کسی سے جھگڑا مت کرو۔ زبان بند رکھو۔ گالیاں دینے والے کے پاس سے چپکے سے گزر جاؤ گو سنا ہی نہیں اور ان لوگوں کی راہ اختیار کرو جن کے لیے قرآن شریف نے فرمایا ہے وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَاماً۔ اگر یہ باتیں اختیار کر لو گے تو یقیناً یقیناً اللہ تعالیٰ کے سچے مخلص بن جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کو کسی رپورٹ کی حاجت نہیں۔ وہ خود دیکھتا ہے اور سنتا ہے اگر تم تین ہو تو چوتھا خدا ہوتا ہے۔ اس لیے خدا کو اپنا نمونہ دکھاؤ۔

اگر تمہارے نفسانی جوش اور بدزبانیاں ایسی ہیں جیسے تمہارے دشمنوں کی ہیں پھر تم ہی بتاؤ کہ تم میں اور تمہارے غیروں میں کیا فرق اور امتیاز ہوا؟ تمہیں تو چاہیے

باقی صفحہ 23 پر ملاحظہ فرمائیں

حیات طیبہ کے وارث۔مکرم بشیر احمد آرچرڈ صاحب مرحوم

(محمود احمد اشرف۔ ربوہ)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک عظیم الشان ثبوت یہ ہے کہ آپ کے وجود کے ساتھ ہی خدا تعالیٰ نے وہ ملائکہ صفت انسان بھی پیدا فرمائے جنہوں نے اس آدم ثانی کو سجدۂ اطاعت کرنا تھا۔ تاریخ احمدیت کا ہر دور ایسے بزرگوں کے تذکرے سے روشن ہے۔ ہر زمانہ کی ضروریات کے عین مطابق جماعت کو ایسی خدمت کرنے والے میسر آتے رہے جنہوں نے اپنی زندگی اس راہ میں وقف کیے رکھی۔ پھر یہ کہ ان واقفین زندگی کے حالات کا مطالعہ کیا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ خدا تعالیٰ خود ان کا مربی تھا۔ اس کی حفاظت کا ہاتھ ہر آن ان کے سر پر تھا۔ وہ خود انہیں اس مقصد عظیم کے لیے تیار کر رہا تھا۔ اسی کی دی ہوئی توفیق سے انہیں روشن خدمات کی توفیق عطا ہوئی اور انہوں نے بے شمار برکات سے اپنا دامن بھرلیا۔ یہ سب بزرگ اور قیامت تک آنے والے تمام خدام احمدیت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کا نشان ہیں۔

ایسے ہی خوش نصیب انسانوں میں سے ایک مکرم و محترم بشیر احمد آرچرڈ صاحب تھے۔ آپ 1920ء میں برطانیہ میں پیدا ہوئے۔ والد اور دادا دونوں ڈاکٹر تھے۔ والدہ نرس تھیں۔ نانا برطانوی نیوی میں ایڈمرل تھے۔ آپ کی عمر سولہ سال تھی کہ آپ کے والدین میں علیحدگی ہوگئی تھی۔ سکول کے بعد آپ نے فوج میں ملازمت کی مگر وہاں دل نہ لگا اور دو سال بعد ہی فراغت حاصل کر لی۔ مگر پھر رائل آرمی میڈیکل کارپس میں شمولیت اختیار کر لی۔ بعد ازاں 1941ء میں آپ نے انڈین آرمی میں کمیشن حاصل کر لیا۔ 1944ء میں جب کہ دوسری جنگ عظیم میں آپ برما اور آسام کے محاذ پر متعین تھے اور جاپانی فوج کا مقابلہ کر رہے تھے تو آپ کو زندگی کا ایک ناقابل فراموش واقعہ پیش آیا جس میں خدا تعالیٰ نے آپ کی خاص حفاظت فرمائی۔ ایک خندق میں اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ افسر کا بلاوا آ گیا۔ آپ جیسے ہی خندق سے نکلے تو دشمن کا ایک گولہ خندق پر گرا اور آپ کے دونوں ساتھی وہیں ہلاک ہو گئے مگر آپ کی جان بال بال بچ گئی۔ قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق جسم و جان روحانی ترقی کی خاطر ہی عطا کئے گئے ہیں۔ اسی محاذ پر خدا تعالیٰ نے آپ کی روحانی زندگی کی حفاظت اور ترقی کا بھی انتظام فرما دیا۔ اور اس طرح آپ کو ایک دائمی زندگی بھی عطا فرما دی۔ اس کا ذریعہ مکرم عبدالرحمٰن صاحب دہلوی بنے جو اُس وقت برطانوی فوج میں حوالدار تھے۔ مکرم دہلوی صاحب نے آپ کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' پڑھنے کے لیے دی جس نے آرچرڈ صاحب کو بے حد متاثر کیا۔ دو ہفتے کی چھٹی ملی تو حوالدار صاحب نے ہی انہیں قادیان جانے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ یہ ایک ہزار میل کا نہایت تکلیف دہ سفر کر کے قادیان پہنچے۔ اور صرف دو دن یہاں قیام کر سکے کیونکہ چھٹی کے اکثر دن سفر میں ہی کٹ گئے۔ مگر دو دن میں ہی احمدیت کی صداقت نے آپ کی سعید فطرت کو راہ ہدایت دکھا دی۔ ایک تو حضرت مصلح موعودؓ کی شخصیت سے بے حد متاثر ہوئے۔ دوسرے اہل قادیان کے اخلاق نے آپ کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ اور آپ کو محسوس ہوا کہ آپ جس صداقت کی تلاش میں تھے وہ آپ نے پا لی ہے۔ اگرچہ ابھی تک آپ احمدی نہیں ہوئے تھے۔ تاہم سفر قادیان کے کچھ دیر بعد ہی 1945ء میں آپ نے برما کے محاذ پر ہی احمدیت قبول کر لی اور وہیں سے بیعت فارم پر کر کے حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں بھجوا دیا۔

مکرم آرچرڈ صاحب بہت ہی دھیمے مزاج کے عاجز انسان تھے۔ قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ متکبر انسان پر آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے اور نہ ہی وہ جنت میں داخل کیا جاتا ہے۔ محترم آرچرڈ صاحب کو خدا تعالیٰ کے فرشتے نہ جانے کن کن راستوں سے گزار کر قادیان کی بستی میں لے آئے تھے۔ کیا بعید ہے کہ خدا تعالیٰ کو ان کا عجز و انکسار ہی پسند آیا ہو۔ وہ نوجوانی کے زمانے سے نہ صرف سگریٹ نوشی بلکہ شراب و جوئے کے بھی عادی تھے۔ یہاں تک کہ احمدی ہونے سے پہلے جب قادیان آئے تو بھی شراب ان کے سامان میں شامل تھی۔ اس وقت سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو وفات پائے ربع صدی سے زائد عرصہ گزر چکا تھا۔ مگر نور ایمان کا انعکاس خلافت کے آئینہ سے جاری تھا۔ قادیان کی مقدّس فضاؤں کا اثر تھا کہ اسی سفر میں شراب نوشی ترک کر دی اور پھر عمر بھر اسے ہاتھ نہ لگایا۔ سگریٹ پینا بھی چھوڑ دیا۔ اور پھر تقوی میں یہاں تک ترقی کرنے کی کوشش کی کہ ہر وہ مشروب جس میں کیفین کی کچھ بھی مقدار پائی جاتی ہے اسے ترک کر دیا۔ غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ یہ درحقیقت اسی قوت قدسیہ کے پاک نتائج تھے جو کبھی آنحضرت ﷺ کے صحابہ میں ظاہر ہوئے تھے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے اسی اعجاز کو یاد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ترکوا الغبوق و بدّلوا من ذوقه ذوق الدعاءِ بليلة الاحزان''۔

کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے راتوں کی شراب بھی ترک کر دی اور اس نشے کو چھوڑ کر دعا کا ذوق پیدا کر لیا۔ یعنی پہلے وہ غموں کو شراب سے غلط کرتے تھے مگر پھر انہوں نے غم کی راتوں میں دعاؤں سے لذت حاصل کرنا شروع کر دی۔ بلاشبہ ایسے ہی وجودوں کو ابدال کہا جاتا ہے۔ آخرین کے گروہ میں بھی ایسے وجود پیدا ہوئے جو ایسے روحانی انقلاب کے مظہر تھے۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک کس کا کیا مقام تھا یہ تو ہم نہیں جانتے لیکن ان کی عملی زندگی میں جو تغیّر اور تبدیلی پیدا ہوئی وہ بلاشبہ ایک اعجاز ہے اور اس بات کا ثبوت ہے کہ ساقیٔ کوثر نے انہیں وہی اعلیٰ شراب پلائی تھی جو چودہ سو سال قبل صحابہ کرامؓ نے پی تھی۔ ورنہ ایسی عظیم الشان روحانی تبدیلیاں ان وجودوں میں کبھی پیدا نہ ہوتیں۔

مکرم آرچرڈ صاحب نے صرف زبان سے اقرار بیعت نہیں کیا بلکہ درحقیقت دین کو دنیا پر مقدّم کر کے دکھایا۔ نماز نہ صرف اہم ترین فریضہ ہے بلکہ اگر دیکھا جائے تو یہ مشکل ترین مجاہدہ بھی ہے جو ہر مسلمان پر فرض ہے۔ ایمان و کفر کے مابین امتیاز کرنے والی چیز نماز ہی ہے۔ محترم آرچرڈ صاحب نماز باجماعت کے عادی تھے۔ جذبات کے ایک وقتی جوش کے تابع انسان بعض اوقات بڑی بڑی قربانیاں

کر سکتا ہے۔مگر باقاعدہ نماز کی ادائیگی ایک ایسی استقامت کو چاہتی ہے جس کا درجہ کئی قسم کی نام نہاد کرامتوں سے بہت زیادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو پنجوقتہ نماز ادا کرتے دیکھواس کے ایمان پر ہرگز شک نہ کرو۔آرچرڈ صاحب کہتے تھے کہ میں نے قادیان میں مسجد مبارک کے باہر حضرت مصلح موعودؓ کا یہ ارشاد آویزاں دیکھا تھا کہ جس شخص نے دس سالوں میں ایک نماز بھی عمدًا چھوڑ دی وہ سچا احمدی نہیں کہلاسکتا۔آرچرڈ صاحب فرماتے تھے کہ مجھے حیرت ہوتی ہے کہ کوئی شخص مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے اور نماز باقاعدگی سے ادا نہ کرتا ہو۔

نماز کے بعد انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت بڑی واضح ہے۔آپ نے ابتدا میں اپنی آمد کا سولھواں حصہ چندہ دینا شروع کیا پھر دسواں حصہ اور بالآخر تیسرا حصہ دینا شروع کر دیا۔ یہاں یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ احادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک صحابی کی پیشکش کے باوجود اس کے مال کے تیسرے حصہ سے زیادہ مال راہ خدا میں خرچ کرنے کی اجازت ہی مرحمت نہیں فرمائی تھی۔ گویا وہ انفاق فی سبیل اللہ میں اس مقام تک پہنچ گئے تھے جس سے زیادہ ایک عام مومن کو اجازت ہی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وصیت بھی زیادہ سے زیادہ ایک تہائی حصہ کی ہوسکتی ہے۔

مکرم بشیر آرچرڈ صاحب ایک عارف باللہ انسان تھے۔ یہ عرفان الٰہی چونکہ انہیں احمدیت کی بدولت نصیب ہوا تھا۔اس لیے انہوں نے نہ صرف اپنی زندگی اس راہ میں وقف کر دی بلکہ کامل وفا کے ساتھ اس عہد کو نبھایا۔ہم امید کرتے ہیں کہ اس طرح وہ حیات طیبہ اور ابدی زندگی کے وارث ہو گئے۔ ان کی سوانح و سیرت کو اگر کوئی عنوان دیا جاسکتا ہے تو وہ یہی ہے کہ انہوں نے اپنی یہ عارضی زندگی خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کر کے ابدی زندگی پالی۔ ان کے متعلق یہ غالب گمان دراصل حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ پڑھ کر بھی ہوا جو برادرم ملک محمود احمد صاحب نے ان کے متعلق اپنے مضمون میں درج کیے ہیں اور میں نے پہلی مرتبہ پڑھے ہیں۔ان الفاظ میں ان کے انجام بخیر کی خبر بھی پوشیدہ تھی جو خدا کے فضل سے پوری ہوئی۔حضورؓ نے اپنے ایک خط میں ان کو تحریر فرمایا کہ'' **بے شک آج آپ کو کوئی نہیں جانتا اور کسی نے آپ کا نام نہیں سنا لیکن یاد رکھو کہ ایک زمانہ آئے گا کہ قومیں آپ پر فخر کریں گی اور آپ کی تعریف کے گیت گائیں گی۔**''

مکرم آرچرڈ صاحب عمر بھر عرفان الٰہی اور محبت الٰہی میں ترقی کے لیے کوشاں رہے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ ایک بے کنار سمندر ہے۔اور اس سفر میں آگے سے آگے بڑھنا ہی مقصد حیات ہے۔اپنے ایک خط میں وہ اپنے دو اشعار لکھتے ہیں:

Oh God, I have but one complaint
My love for you is weak and faint
Although I love you, I implore
Grant me grace to love you more!

یعنی اے خدا مجھے صرف ایک ہی شکوہ ہے۔ وہ یہ کہ میرے دل میں تیری محبت کا جوش ابھی کم ہے۔ میں تیری محبت میں مبتلا تو ہوں مگر تجھ سے یہ التجا کرتا ہوں کہ مجھ پر اپنا ایسا فضل فرما کہ یہ آتش عشق اور بھی فروزاں ہو جائے۔

قابل غور بات یہ ہے کہ ان الفاظ میں محبت کے بلند بانگ دعوے نہیں کیے گئے بلکہ اس آگ کی لَو کو بڑھانے کی تمنا کا اظہار کیا گیا ہے۔ یہ ایک تو اس محبت کا ثبوت ہے جس سے پہلے ہی دل لبریز ہے۔ کیونکہ جو شخص ایک مزہ اٹھا اٹھا کر اس کا عادی ہو چکا ہو وہی اس مزے کو بڑھانا چاہتا ہے۔ دوسرے یہ ان کے علم وعرفان کا ثبوت ہے۔ کیونکہ نہ تو محبت الٰہی کسی ایک جامد منزل کا نام ہے اور نہ ہی خدا تعالیٰ کی صفات سرحدِ ادارک میں محدود ہیں۔ پس اس ہستی کے سامنے بڑے بڑے دعوے کرنے کی بجائے عجز اختیار کرتے ہوئے اسی سے محبت کی طاقت مانگنا دائمی سچائی ہے۔ بے شک یہ سچائی صداقت تک لے جاتی ہے اور یہ صداقت انسان کو جنت کا وارث بنا دیتی ہے۔مکرم آرچرڈ صاحب کو خدا تعالیٰ کے فضل سے اس کی محبت اور اس کے پیار اور تعلق کی جنت نصیب تھی۔ میں یہ نتیجہ اس لیے نکال رہا ہوں کہ ان جنتوں کو دیکھے بغیر اور ان لذتوں کو چکھے بغیر کوئی اپنی زندگی، اپنی جان اپنا مال کب کسی کی راہ میں لٹاتا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

بن دیکھے کس طرح کسی مہ رُخ پہ آئے دل
کیونکر کوئی خیالی صنم سے لگائے دل

میں نے جو واقعات ان کے تعلق باللہ کے سنے ہیں ان میں سے ایک بہت ہی ایمان افروز واقعہ عرض کرتا ہوں۔مکرم آرچرڈ صاحب گلاسگو (سکاٹ لینڈ) میں مبلغ کے طور پر تعینات تھے۔مکرم بشیر احمد خان رفیق صاحب برطانیہ میں مشنری انچارج تھے۔انہوں نے آرچرڈ صاحب کو خط لکھا کہ سال ختم ہونے میں چند ماہ باقی ہیں۔ سکاٹ لینڈ سے کوئی بیعت تا حال موصول نہیں ہوئی۔ براہ کرم اس کے لیے کوشش فرمائیں۔ چند روز بعد مکرم آرچرڈ صاحب نے مکرم بشیر احمد خان رفیق صاحب کو خط لکھا کہ میں ان شاء اللہ سال کے اختتام سے پہلے پہلے تین بیعتیں کروا دوں گا۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد ایک بیعت آپ نے کروا کر فارم بھجوا دیا۔ پھر کچھ ہفتوں بعد دوسری بیعت کروا دی اور سال ختم ہونے سے کچھ پہلے آپ نے وعدہ کے عین مطابق تیسری بیعت بھی بھجوا دی۔ اور ساتھ ہی تحریر فرمایا کہ میں یہ بتانا مناسب سمجھتا ہوں کہ ان تینوں بیعتوں میں میری کوشش کا کوئی دخل نہیں ہے۔ بعد میں جب مکرم بشیر احمد خان رفیق صاحب سے آرچرڈ صاحب کی ملاقات ہوئی تو بشیر رفیق صاحب نے ان سے پوچھا کہ یہ سب کچھ کیسے ممکن ہوا۔آپ نے کیسے اپنا وعدہ حرف بحرف پورا کر دیا۔اس پر آرچرڈ صاحب نے بتایا کہ جب آپ کا خط مجھے ملا تو میں نے گریہ وزاری کے ساتھ دعا کی کہ اے اللہ تو ہی مجھے ایسی سعید روحیں عطا کر جو حق کو قبول کریں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا کہ فکر نہ کرو سال ختم ہونے سے پہلے پہلے تین بیعتیں ہو جائیں گی۔ چنانچہ یکے بعد دیگرے تین افراد نے بیعت کر لی۔اور یہ تینوں دوست خود ہی مشن ہاوس کا بورڈ پڑھ کر آئے۔ معلومات حاصل کیں اور بیعت کر لی۔ میری کوشش کا اس میں کوئی دخل نہیں تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ اصل کوشش تو دعا ہی ہے۔ کیونکہ قبولیت دعا کے نتیجے میں یہ معرفت نصیب ہوتی ہے کہ دینے والا اصل میں تو خدا ہے۔حصول مراد کے لیے دیگر ذرائع اور اسباب کو اختیار کرنا بھی ایک قسم کی دعا ہی ہے۔اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کو مجوبانہ دعا قرار دیا ہے۔ یعنی انسان اسباب کی تلاش کرتا ہے۔ ان کو بروئے کار لاتا ہے اور اپنی مراد کو حاصل بھی کر لیتا ہے مگر اس سرگردانی میں اس کو کچھ خبر نہیں ہوتی کہ مرادیں پوری کرنے والا اصل میں کون ہے۔اور اس طرح بے انتہا دنیوی کوششوں اور ان کے پھل کھانے کے باوجود وہ معرفت الٰہی سے

بے نصیب رہتا ہے۔قرآن کریم کے نزدیک ایسی مرادیابی کامیابی نہیں بلکہ خسارہ بن سکتی ہے۔مکرم آرچرڈ صاحب کی زندگی ایسے خسارے سے پاک تھی۔اور بلاشبہ ان کی کوششیں دنیا میں ہی ضائع نہیں ہوگئیں بلکہ اسی دنیا میں رہتے ہوئے وہ معرفت حاصل کر کے ابدی جنت کے وارث ہوگئے۔بلکہ ان کی زندگی آج بہتوں کے ایمان کی ترقی کا باعث بن رہی ہے۔

مکرم بشیر آرچرڈ صاحب سے خاکسار کی پہلی ملاقات آج سے تیس سال پہلے ہوئی تھی جب وہ 1990ء یا 1991ء میں ربوہ تشریف لائے تھے۔اور غالباً اس کے بعد دوبارہ وہ نہیں آسکے۔رسالہ خالد کی ادارت میں ہونے کی وجہ سے جلسہ سالانہ کے دنوں میں ایک کام یہ بھی ہمارے سپرد ہوتا تھا کہ ربوہ تشریف لانے والے مہمانوں سے ملاقات کر کے ان کا تعارف اور ایک مختصر سا انٹرویو لیا جائے تا کہ یہ خالد کے صفحات کی زینت بن سکے۔اس پس منظر میں ربوہ میں تشریف لانے والے ان معزز مہمانوں سے ملاقات کی کوشش کرنا ایک معمول تھا۔یہ جلسہ سالانہ کا موقع تو نہیں تھا کیونکہ جلسے بند ہوئے کئی سال گزر چکے تھے۔مگر بہرحال آرچرڈ صاحب سے ملاقات ہوئی۔وہ جامعہ بھی تشریف لائے اور طلباء سے خطاب فرمایا۔ان کے متعلق یہ تو بہت پہلے سے علم تھا کہ وہ نہ صرف برطانیہ کے بلکہ یورپ کے پہلے واقف زندگی ہیں۔مگر بالمشافہ ملاقات کا موقع نہیں ملا تھا۔انہیں دیکھا تو اندازہ ہوا کہ وہ بہت منکسر المزاج انسان ہیں۔وہ نوجوانوں سے خاص طور پر بڑی توجہ اور شفقت سے پیش آتے تھے۔چند روز بعد ہی ہم دو دوستوں نے ان کو چائے پر مدعو کیا تاکہ ان سے تفصیلی ملاقات ہو اور ان کے حالات سے واقفیت ہو سکے۔وہ نہ صرف تشریف لائے بلکہ بہت وقت دیا۔یہ میری ان سے پہلی باقاعدہ ملاقات تھی۔اس کے بعد ان سے خط وکتابت کا سلسلہ شروع ہوا جو چند سال جاری رہا۔ان کے خطوط ان کی سیرت پر بڑی روشنی ڈالتے ہیں۔

محترم برادرم محمود احمد ملک صاحب نے ان کی سیرت پر بہت اچھے اور جامع مضامین تحریر فرمائے ہیں۔اور مجھے بھی تحریک کی ہے کہ میں بھی ان کا کچھ ذکر خیر کروں۔ان مضامین سے مکرم ملک صاحب کی نیت یہ ہے کہ آنے والی نسلیں جب آرچرڈ صاحب پر قلم اٹھائیں گی تو وہ سب سے پہلے جماعت کے لٹریچر کی طرف رجوع کریں گی۔وہ دیکھیں گی کہ اس عظیم خادم احمدیت کے ذکر خیر کو کس طرح محفوظ کیا گیا ہے۔چنانچہ میں نے مکرم ملک صاحب کے مضمون اور مکرم آرچرڈ صاحب کے خاکسار کے نام خطوط کی مدد سے ان کے ذکر خیر پر مبنی یہ چند حروف سپرد قلم کیے ہیں۔

آخر میں ان کے خطوط کے متعلق یہ بتا تا چلوں کہ ان کا ہر خط ہاتھ سے لکھا ہوا اور نہایت خوشخط ہوتا تھا۔اس لیے پڑھنے میں مزہ آتا تھا۔ان خطوط کا موضوع ہمیشہ روحانی تربیت ہوا کرتا تھا۔باہمی دلچسپی کے بعض امور کا بھی ذکر ہوتا جس کا مقصد یہ تھا کہ تعلق میں اضافہ ہو۔مثال کے طور پر اپنے معمولات سے آگاہ کرنا اور مخاطب کے حالات سے واقفیت حاصل کرنا۔خوشی کے مواقع پر مبارک باد دینا وغیرہ وغیرہ۔مگر اصل موضوع اصلاح نفس اور روحانیت کا حصول ہی ہوتا تھا۔خطوط کا یہ سلسلہ میری سستی کی وجہ سے بند ہوا اور نہ وہ بہت ہی باقاعدہ تھے۔

ایک خط میں وہ مجھے لکھتے ہیں کہ 'مجھے تمہارے دوست کا آخری خط فلاں تاریخ کو ملا تھا۔اس کے بعد اس کی طرف سے کوئی خط نہیں ملا۔حالانکہ میں اسے دو خط لکھ چکا ہوں'۔خط وکتابت کے ذریعے تعلق رکھنے کو وہ بہت اہمیت دیتے تھے۔ایک خط میں مجھے لکھا کہ 'میں تمہارے دوست ملک محمود کو ترغیب دیتا رہتا ہوں کہ وہ تمہیں خط لکھا کرے۔میں ہمیشہ اپنے اچھے دوستوں سے رابطہ رکھنا پسند کرتا ہوں'۔

ایک خط میں انہوں نے لکھا کہ 'میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔جماعتی لٹریچر میں سے یہ کتاب میں نے سب سے زیادہ مرتبہ پڑھی ہے اور اب بھی پڑھتا رہتا ہوں'۔

ایک خط میں انہوں نے لکھا کہ 'میں نے خدام الاحمدیہ کے زیر انتظام منعقد ہونے والی میراتھون ریس میں حصہ لیا اور 26 میل پورے کیے ہیں'۔

پھر ایک خط میں وہ لکھتے ہیں کہ 'میں خدا تعالیٰ کے فضل سے رمضان کے سارے روزے رکھ رہا ہوں'۔

غرضیکہ ہماری تربیت کے لیے یہ سب کچھ تحریر فرماتے تھے۔اللہ تعالیٰ انہیں اس کا اجر عظیم عطا فرمائے اور ہمیشہ ان کے درجات بلند فرماتا چلا جائے۔اپنی ذات میں وہ ایک عاجز انسان تھے مگر خدا تعالیٰ نے انہیں ایک بڑے کام کے لیے چن لیا اور اس طرح وہ ہمیشہ کے لیے زندہ ہوگئے۔ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاء

بقیہ ازصفحہ 20:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخلاق فاضلہ

کہ ایسا نمونہ دکھاؤ کہ جو مخالف خود شرمندہ ہوجاوے۔بڑا ہی عقلمند اور حکیم وہ ہے جو نیکی سے دشمن کو شرمندہ کرتا ہے۔ہمیں اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے کہ نرمی اور رفق سے معاملہ کرو۔اپنی ساری مصیبتیں اور بلائیں خدا تعالیٰ پر چھوڑ دو۔یقیناً سمجھو اگر کوئی شخص ایسا ہے کہ ہر شخص کی شرارت پر صبر کرتا ہے اور خدا پر اسے چھوڑتا ہے تو خدا تعالیٰ اسے ضائع نہیں کرے گا......پس تمہارے لئے اسوہ حسنہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہے۔''

(ملفوظات جلد نہم صفحہ 9،166-164)

سیر وسیاحت کی غرض

ریاست جموں کے ایک معزز ہندو حضرت اقدسؑ کی خدمت میں حاضر تھے۔اثنائے گفتگو میں انہوں نے کشمیر کی آب وہوا کی تعریف کرتے ہوئے عرض کیا کہ جناب بھی کبھی کشمیر کی سیر کے واسطے تشریف لاویں۔اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا:''ہمارا یہ مذہب نہیں کہ صرف تفریح کے واسطے یا سیر وتماشا کے واسطے کوئی سفر کریں۔ہاں جس دینی کاروبار میں ہم مصروف ہیں اگر اس کی ضرورتوں میں ہم کو کوئی سفر پیش آجاوے اور خدمت دین کے واسطے کشمیر جانا بھی ضروری پڑ جاوے تو پھر ہم تیار ہیں کہ اس ملک کو جاویں۔''

(ملفوظات جلد نہم صفحہ 9،228)

دنیا کے ہم وغم پر جزع فزع

فرمایا:''ہمہ تن دنیاوی امور میں کھویا جانا خسارت آخرت کا موجب ہوتا ہے اور اس قدر جزع فزع مومن کو نہیں چاہیے۔میرے نزدیک جو آنسو دنیا کے ہم وغم میں گرائے جاتے ہیں وہ آگ ہیں جو بہانے والے کو ہی جلا دیتے ہیں۔میرا دل سخت ہوجاتا ہے ایسے شخص کے حال کو دیکھ کر جو جیفہ دنیا کی تڑپ میں کڑھتا ہے۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 325)

برطانوی آئین کی ایک دلچسپ روایت

(عبدالرحمٰن شاکر)

انگلستان میں بادشاہ (یا ملکہ) کی حیثیت محض ایک سربراہ کی ہے جبکہ تمام اختیارات وزیرِاعظم اور دارالعوام (ہاؤس آف کامنز) کے پاس ہیں۔ بیشک دارالامراء بھی موجود ہے مگر وہ بھی عوام کے نمائندوں کے پاس کردہ بِلّوں کو رَدّ نہیں کر سکتے۔ عام مقولہ ہے کہ The king can do no wrong یعنی بادشاہ ہر الزام سے بری ہے۔ مگر کیوں بادشاہ سے تمام اختیارات چھین لئے گئے؟ یہ پتہ لگانے کے لیے ہم کوئی سو سال پیچھے جانا پڑے گا جب انگلستان میں بادشاہ چارلس اوّل حکمران تھا۔

ویسے تو چارلس بڑا معقول اور شریف آدمی تھا۔ اچھا پڑھا لکھا تھا مگر اُس نے اپنی پارلیمنٹ کے مشوروں پر کبھی عمل نہ کیا۔ پارلیمنٹ کو صرف اُس وقت طلب کرتا جب اُسے روپے کی ضرورت ہوتی یا نئے ٹیکس عائد کرنے ہوتے۔ اس کے بعد پارلیمنٹ برخاست ہو جاتی۔ تیسری دفعہ جو پارلیمنٹ آئی اُسے بجٹ وغیرہ کی منظوری کے بعد 11 سال تک مطلق نہیں پُوچھا۔ بیدار مغز سمجھدار لوگوں نے کئی دفعہ بادشاہ سے زبانی بھی اور تحریری بھی درخواستیں کیں کہ حضور اپنے غلاموں کو امورِ سلطنت میں مشورہ کے لئے طلب فرمائیں مگر اُس نے بے رُخی کی۔ رفتہ رفتہ لوگوں میں بادشاہ سے کدورت پیدا ہونے لگی۔ ایک دن بادشاہ کو بتایا گیا کہ آج پارلیمنٹ میں آپ کے خلاف تقاریر ہوں گی۔ بادشاہ عین اجلاس کے وقت ایک دستہ فوج کا لے کر ہاؤس آف کامنز میں گھس گیا۔ سپیکر کو حکم دیا کہ فلاں فلاں پانچ ممبران کہاں ہیں؟ اُن لوگوں کو بھی علم ہو گیا تھا اور وہ پہلے ہی بھاگ کر روپوش ہو گئے تھے۔ سپیکر جس کا نام Lenthall تھا، نہایت ادب سے کرسی صدارت سے اُٹھا اور بادشاہ کے قدموں میں سر جُھکا کر کہنے لگا: "Sir The birds have flown away". حضور! وہ پرندے تو اُڑ گئے۔ بادشاہ غم و غصّہ سے واپس چلا گیا۔ اُس دن سے انگلستان میں رواج ہے کہ جس وقت پارلیمنٹ کا اجلاس ہو رہا ہو بادشاہ دارالعوام میں قدم نہیں رکھ سکتا۔ یہ رسم اب بھی دُہرائی جاتی ہے یعنی جب بادشاہ یا ملکہ نے دارالعوام اور دارالامراء کو خطاب کرنا ہوتا ہے تو بادشاہ کا ملازم آتا ہے۔ دارالعوام کے دروازہ کو تالا لگا دیتے ہیں۔ وہ تین دفعہ دستک دیتا ہے تو پھر کھولتے ہیں۔ اس ایلچی کو Black Rod کہتے ہیں۔

اب بادشاہ اور اُس کے مخالفین میں ٹھن گئی۔ مخالفین کے سرکردہ Oliver Cromwell اور اُس کا ایک قریبی عزیز (جو مشہور زمیندار تھا) John Hampden تھے۔ قصّہ مختصر انگلستان میں خانہ جنگی شروع ہو گئی جو 1642ء سے 1649ء تک جاری رہی۔ شروع میں بادشاہ اور اُس کے حامی امراء کا پلّہ خوب بھاری رہا مگر پھر بادشاہ کے سپاہی دبنے لگے اور ساتھ ہی روپیہ پیسہ ختم ہو گیا تو ملکہ Henretta جو فرانس کے بادشاہ کی بیٹی تھی انگلستان کے شاہی جواہرات، تاجِ برطانیہ اور دیگر قیمتی نوادرات کو فرانس اور ہالینڈ میں رہن رکھ کر روپیہ لے آئی۔ وہ بھی ختم ہو گیا تو بادشاہ سکاٹ لینڈ چلا گیا وہاں بھی کامیابی نہ ہوئی اور ایک شخص نے مخبری کر کے بادشاہ کو مخالفین کی فوج کے حوالے کر دیا۔ ویسٹ منسٹر ہال لنڈن میں فوجی عدالت قائم ہوئی۔ بادشاہ کو الزام پڑھ کر سُنائے گئے تو اُس نے کہا کہ تم تو میرے ملازم ہو تم کو یہ حق کہاں سے حاصل ہو گیا کہ اپنے بادشاہ پر مقدمہ چلاؤ۔ بادشاہت تو آسمان عطا کرتا ہے اور کوئی نہیں جو مجھے اِس اعزاز سے بے دخل کرے۔ مجھ سے غلطیاں ہوئی ہوں گی مگر تم کون ہوتے ہو مجھ پر مقدمہ کرنے والے؟ اِس کو بادشاہ کے الفاظ میں Divine Right of kings کہتے ہیں۔ فوجی پہلے ہی بادشاہ سے بیزار تھے اُنہوں نے ایک نہ سُنی اور 27/جنوری 1649ء کو موت کی سزا سُنا دی۔ اِس خوف سے کہ بادشاہ کے حامی شاید اُسے چھڑانے کی کوشش کریں اُس کو دروازہ سے نہیں بلکہ کھڑکی میں سیڑھی لگا کر نیچے اُتارا اور قریبی قتل گاہ میں لے گئے۔ یہ 30/جنوری 1649ء منگل کا دن تھا۔ سخت سردی تھی۔ شاہی لباس اُتار دیا گیا۔ بادشاہ نے دو قمیضیں پہنی ہوئی تھیں۔ ایک اُتروالی گئی اور جلّاد نے لکڑی کے کندے پر گردن رکھنے کا اشارہ کیا۔ بادشاہ نے اُس وقت بڑی متانت اور وقار سے مجمع کو مخاطب کر کے کہا کہ مَیں انگلستان کی آزادی کیلئے جان دے رہا ہوں۔ جلّاد نے کلہاڑا چلایا۔ گردن کٹ کر نیچے گر گئی۔ خون کے دھارے بہنے لگے تو مجمع سے آہوں اور سسکیوں کا شور اُٹھا۔ جلّاد نے کٹا ہوا سر اُٹھا کر دکھایا اور کہا: His head is off۔ عین اُس وقت آسمان سے برف گرنی شروع ہو گئی۔ انگریز بہت توہم پرست قوم ہے۔ حاضرین کی اکثریّت نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہم سے بڑی غلطی ہوئی ہے۔ ہم نے بے گناہ شخص کو مار ڈالا ہے۔ آسمان گواہی دے رہا ہے کہ اُس کا دامن برف کی طرح بے داغ تھا۔ اُس دن سے انگریزوں نے فیصلہ کیا کہ اب کسی بادشاہ کو قتل نہیں کرنا۔ صرف اس کے اختیارات سلب کر لیے جائیں تا کہ نہ وہ غلطی کرے اور نہ ہم اسے کوئی سزا دیں۔ ہوتے ہوتے اب یہ حالت ہے کہ بادشاہ یا ملکہ محض ایک علامتی عُہدہ ہے جس کی کوئی ذمّہ داری نہیں ہے۔ یہ بات کسی تحریر میں نہیں آئی مگر اس پر عمل ہو رہا ہے۔ تمام اختیارات عوام کے نمائندوں کے ہیں جو وزیرِاعظم اور وزیروں کو مشورہ دیتے ہیں اور وہ امورِ سلطنت سرانجام دیتے ہیں۔ بادشاہ محض دستخط کر دیتا ہے۔ تاہم بے اختیار بادشاہ کی لوگوں کے دلوں میں بے حد وقعت اور عزّت اور احترام ہے۔ مشہور ہے کہ انگلستان میں چار چیزوں کا بڑا احترام ہے: بادشاہت، فٹ بال، کرکٹ اور چائے۔

بہرحال چارلس کے قتل کے 237 سال بعد 1886ء میں جب ملکہ وکٹوریہ حکمران تھیں تو اُن کو کسی ہسپتال سے ایک مریض عورت کا خط ملا کہ ملکہ معظّمہ! مَیں قریب المرگ ہوں، مجھے ہسپتال میں آکر مل جائیں۔ ایک قیمتی امانت آپ کے سپرد کرنی ہے۔ دو تین خط آئے تو ملکہ وکٹوریہ نے اپنے پرائیویٹ سیکرٹری Sir Henry Ponsonley کو بھیجا کہ اس عورت سے معاملہ دریافت کرے۔ مریضہ نے کہا کہ جس وقت چارلس اوّل کو قتل کیا گیا تو اُس کے آباء میں سے ایک شخص بادشاہ کا خادمِ خاص تھا۔ وہ قریب کھڑا تھا۔ جب جلّاد نے کلہاڑ چلایا تو گردن کی ایک ہڈی اُڑ کر نیچے پُرالی پر گری جسے اُس نے اُٹھا کر محفوظ کر لیا۔ وہ میرے پاس ہے۔ میں اسے ملکہ وکٹوریہ کے ہاتھ میں دینا چاہتی ہوں۔ خود آئیں اور وہ ہڈی لے لیں۔ پرائیویٹ سیکرٹری نے جا کر ملکہ کو سارا واقعہ بتایا تو اُنہوں نے حکم دیا کہ وہ ہڈی میرے پرائیویٹ سیکرٹری کو دیدے وہ مجھے دیدیں گے۔ اور اپنے بڑے بیٹے پرنس ایڈورڈ آف ویلز، سرہنری پونسنبائی اور اُس وقت کے ہوم سیکرٹری کو حکم دیا کہ تینوں سینٹ جارج کے گرجا کے تہہ خانے میں سے چارلس اوّل کا تابوت نکلوائیں، مہریں توڑ دی جائیں اور اگر فی الواقعہ گردن کی ہڈی کا ایک ٹکڑا غائب ہو تو اس ہڈی کو نہایت احترام سے وہاں چپکا دیا جائے۔

جب تابوت نکال کر دیکھا تو واقعی ہڈی غائب تھی۔ بادشاہ کی نعش بالکل اُسی طرح پڑی ہوئی تھی جس طرح کہ 237 سال پہلے رکھی تھی اور اس کی شکل ذرا بھی مسخ نہ ہوئی تھی۔ ہڈی کو پیوست کر کے تابوت پھر سے تہہ خانے میں رکھ دیا گیا۔